ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

صفر المظفر: ۱۴۱۵ھ
اگست: ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کم من فئۃ قلیلۃ

صدق اللہ العظیم

غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ

کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (سورۃ البقرۃ۔۲۴۹)

ترجمہ۔ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غلبہ پایا ہے۔ البقرۃ ۲۴۹

ایمان کی ہے بات کہ ایمان یہی ہے

القرآن

ولن ترضیٰ عنک الیهود ولا النصاری حتیٰ تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدی۔ وَلَئن اتبعت اهواءهم بعد الذی جاءک من العلم۔ مالک من الله میں ولی ولا نصیر۔ (البقرہ)

اہل کتاب کے کافر یہود اور نصاریٰ آپ سے اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ آپ فرما دیں کہ قابل اتباع سچائی کا راستہ تو صرف اللہ ہی کا راستہ ہے، اور اگر آپ نے اپنے تئیں علم نبوت پہنچنے کے بعد بھی ان کی خواہشوں کا پیچھا کیا تو پھر خدا کے مقابلہ میں آپ کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار ہوگا۔

یاایّها الذین امنو لا تتخذوا الیهود والنصاریٰ اولیاء بعضهم اولیاء بعض ومن یتولهم منکم فانه منهم انَ الله لا یهدی القوم الظلمین (المائدہ)

اے ایمان والو...... یہود اور نصاریٰ سے دوستی نہ لگاؤ وہ صرف اپنے دوست ہیں، اور جو ان سے یارانہ گانٹھے تو وہ بھی انہی میں سے شمار ہوگا۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ خدا ظالموں کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتا۔

الحدیث

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرة العرب۔ (اوکما قال)

یہود اور نصاریٰ کو گہوارہ اسلام جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرو۔

لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء هم و صلحاهم مساجد۔ (اوکماقال)

یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں (علیہم السلام) اور پاکباز انسانوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

الاثار

قاله امام الاحرار امیر المؤمنین سیدنا ابو حفص عمر بن الخطاب رضی الله عنه

متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم امّهاتُهم احرارا۔ (ابن کثیر)

اے اہلِ اقتدار تم نے انسانوں کو کب سے اپنا غلام سمجھ رکھا ہے، حالانکہ ان کی ماؤں نے تو ان کو فطرتاً آزاد جنا تھا؟

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

صفر المظفر ۱۴۱۵ھ، اگست ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۸ قیمت فی پرچہ -/۱۰ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک -/۱۰۰ روپے ● بیرون ملک -/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت (شعبہ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ :	دل کی بات	رئیس التحریر	۳
سیرت :	میزبان نبوی ﷺ	شاہ بلیغ الدین	۷
انٹرویو:	اسلام اور جمہوریت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں	استاذ عبدالرب رسول سیاف نائب صدر دولت اسلامی افغانستان	۱۴
نقطہ نظر :	انکم ٹیکس سب سے لیا جائے	جناب مجیب الرحمن شامی	۲۱
دین و دانش :	فن روایت اور درایت	پروفیسر سید شمس الدین	۲۳
مقالہ خصوصی	مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عقیدہ کے آئینے میں	مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی	۲۹
طنز و مزاح	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۳۷
تحقیق :	نظریہ ولایت فقیہ	ڈاکٹر سبطین لکھنوی	۳۹
حسنِ انتخاب :	شاہی مسجد کا خط اللہ میاں کے نام	شورش کاشمیری مرحوم	۴۴
نقد و نظر	مظہری مغالطے	مولانا ابوریحان سیالکوٹی	۴۸
شاعری	نعت رسالت، آپ ﷺ	مولانا عبدالکریم صابر	۵۵
	احرار (نظم)	شورش کاشمیری مرحوم	۵۶
"	ین حرف (نظم)	علامہ طالوت	۵۷
"	رنگ سخن (نظم)	پروفیسر محمد اکرام تائب	۵۸
حسنِ انتقاد :	تبصرہ کتب :	سید ذوالکفل بخاری	۵۹
کاروانِ احرار :	جماعت کی رکنیت سازی اور انتخابات	ادارہ	۶۱

دل کی بات

ملتان میں بہاؤالدین زکریا کانفرنس میں پاکستان کی وزیر اعظم بینظیر زرداری صاحبہ نے جمہوری زہر اگلا اور کہا "کہ حکومت اللہ کی امانت ہے" لیکن اگلی بات وہ کہنی بھول گئیں یا کسی سرکاری شخصیت نے انہیں جان بوجھ کے اگلی بات نہیں بتائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے "اعمالکم عمالکم" تمہارے اعمال تمہارے حاکم ہیں۔

اب بے نظیر زرداری اپنے اور پیپلز پارٹی کے مجاحیل کے اعمال کا جائزہ لے لیں پھر قومی سطح پر بھی غور فرمائیں قوم کے اعمال کی سطح کتنی مرتفع ہے پھر غور فرمائیں کہ اللہ کی یہ امانت کن لوگوں کے پاس ہے۔ اور اگر بے نظیر زرداری صاحبہ کو اعمال شماری میں دقت پیش آئے تو اخبارات کی خبریں اور تھانوں کی رپورٹیں ملاحظہ کریں نیز یہ کہ یورپین ابلیسی کلچر کے پاکستانی مراکز کلبوں کے احوال بھی جان لیں حالانکہ بے نظیر زرداری صاحبہ یورپ کے کلچر میں پلی، بڑھی، جوان ہوئیں اور اسی کلچر کی نمائندگی کرتے ہوئے وزیر اعظم کے رتبہ تک گردن فراز ہوئیں ہیں مگر اس کے باوجود پیروں فقیروں مجذوبوں اور علقی زادوں کے گھرے قرب کی وجہ سے کچھ نقوش طرلی مدھم پڑ گئے ہوں تو "من از سر نو تازہ دھم اسم کہن را" اور یہ حقیقت کوئی یاد دلانے والا ہو تو بہت کچھ یاد آ جاتا ہے۔ بے نظیر صاحبہ کا یہ بھی احسان ہے آپ نے علماء کو بہت کچھ یاد کرا دیا حالانکہ علماء بھٹو مرحوم کی سنگت سے لیکر بے نظیر صاحبہ کے سایۂ عاطفت میں سرکاری جھولا وصول کرنے کے بعد بہت کچھ بھول چکے تھے مگر بے نظیر صاحبہ کے "صوفیانہ تازیانے" نے پی پی پی کے اقتدار کا بھنبھوڑا اور چچوڑا ہوا کھانے والے مولویوں کو بھی یاد دلا دیا کہ ہندوستان جب اقتدار پرستوں نے فرنگی کے قبضہ میں دیا تب بھی لڑنے مرنے والے علماء ہی سرفہرست تھے اور سر شاہنواز بھٹو سے لیکر نواب زادہ سیف اللہ خان (نصر اللہ خان کے بزرگ) تک سب نواب رجواڑے جاگیریں اور ریاستیں بنانے ں سرفہرست تھے۔ مگر پی پی پی کے حلیف مولویوں کو ان شہداء جہاد اسلامی سے نسبت قائم کرتے ہوئے رشرم آنی چاہیئے۔

پھانسیوں پر جھول جانے والے سرمستانِ راہِ خدا کجا؟
اور پیپلز پارٹی کے اقتدار کے حلیفانِ روسیاہ کہا؟

مولوی کے خلاف بے نظیر زرداری صاحبہ کے جمہوری خندۂ استہزاء کی وجہ بھی وہ لوگ ہیں جو صورتاً تو ں ہیں مگر حقیقتاً جمہوری بھکاری جنہوں نے بی بی سے جمہوری بھیک مانگی اور سیاسی خودی بلند کر کے

کلنٹن کے دربار میں سرخرو ہوئے تاریخ ہندوستان کی ایک صدی کے اوراق پارینہ دیکھ جائے انہی فائلوں میں آپ کو بلاتمیز مولوی کے نام گالیوں کے بنڈل مل جائیں گے ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ مولوی ہی فرنگی کا حریف تھا مولوی ہی ۱۸۵۷ سے پہلے سی ایس پی کلاس تھی مولوی ہی حکومتوں کی انتظامیہ اور عدلیہ تھی اور اس کو ختم کر کے ہی انگریز اپنی تہذیبی یلغار کو عام کر سکتا تھا۔

سیاسی غلبے کے بعد تہذیبی و سماجی غلبے کی فرنگی کو زبردست ضرورت تھی ورنہ اسکے اقتدار کی رات اتنی طویل نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ اس نے اپنا نئے نظام تعلیم کے ذریعہ اپنا کلچر ہندستان میں روشناس کرایا جن لوگوں نے فرنگی سے جاگیریں لیں فرنگی کے حلیف بن کے اپنے مقاصد حاصل کئے انہی لوگوں نے (جنہیں ٹوڈی بچہ کہا جاتا ہے) فرنگی کا کلچر اپنایا اور جمہوری مقام بنایا۔ معاشرہ میں جھوٹی عزت پائی۔ فرنگی نے ایک سو سال میں قوم کی کایا کلپ کر دی کہ فرنگی اقتدار میں تھا اور یہ وڈیرے اقتدار کی دہلیز چاٹ کر عزت حاصل کرنے میں اُتارو تھے۔ ان وڈیروں نے ہلاکو کے حملہ کے وقت بھی ابن علقمی کے ذریعہ ہلاکو سے عزت پائی تھی ہندستان میں فرنگی نے اُس سے زیادہ ظلم نہیں کیا۔ ہلاکو نے بھی قتل مسلم میں شیعہ سنی کی تمیز کی اور فرنگی نے بھی اس تمیز کو قائم رکھا جسکی زندہ گواہی لیپل گریفن کی "چیفس آف پنجاب" نامی کتاب ہے۔ اندھوں کو اپنا اور غیر دکھائی نہ دے تو الگ بات ہے ورنہ بے نظیر صاحبہ کے بیاناتِ زہر خند بھی اسی تاریک پس منظر کی "روشنی" میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ انہیں یہ لب و لہجہ ورثہ میں ملا ہے۔ اور اپنا ورثہ کون چھوڑتا ہے۔ میں بے نظیر صاحبہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے بصد سامان رسوائی اپنا ورثہ سنبھال لیا ہے! اور یہ پہلو بہت ہی عمدہ ہے ویسے بھی وزیر اعظم بہت پہلودار شخصیت کی مالکہ ہیں۔ علماء سے خطاب کا ایک پہلو یہ بھی ابھرتا ہے کہ علماء فساق و فجار اور کفار و مشرکین والی سیاست چھوڑ دیں۔ بلکہ اس وادیٔ خبیث و حریص سے ہی نکل جائیں اور اپنا ورثہ سنبھال لیں اور علماء کی وراثت تو انبیاء والی سیاست ہے۔ ("تسوسھم الانبیاء" الحدیث) اور وہ ہے برسراقتدار طبقۂ ملحدین و منکرین سے مزاحمت نہ کہ مفاہمت اور یہ لب و لہجہ تو پند و نصیحت کا ہے اور رضا ہال میں سب صوفیاءِ پی پی پی حال مست تھے اور اس مستی کے حال میں تو ایسی ہی نصیحت آمیز گفت و گو کی توقع کی جاسکتی ہے جبکہ پی پی پی موقع شناسی میں تو مشاق اور طاق ہے جُفت نہیں

اور یہ موقع تو شیخ الصوفیاء جنوبی پنجاب حضرت بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ کی برسی کا تھا اور نادر موقع۔ پھر اس موقع پر گفتگو میں ندرت بھی ہونی چاہیئے تھی یہ تو سہروردیوں کا روحانی تصرف بھی ہے! "نصیحت پر ندرت" آکسفورڈ کی سند یافتہ کے دُرجِ عقیق سے ٹپکتا ہوا قطرۂ سیماب ہے۔

اور ساغر کی تہ میں قطرۂ سیماب رہ گیا

شذرات:

حاکم، حکومت اور سیاست دان:

پاکستان جب سے قائم ہوا ہے تب سے آج تک حکومت ایسے لوگوں کے پاس رہی ہے جو بنیادی طور پر یورپین نظام ریاست کو انسانیت کی معراج یقین کرتے ہیں اور یورپین کلچر ان کا اوڑھنا بچھونا ہے، کفار و مشرکین ان کے آئیڈل ہیں، کفار و مشرکین کے انداز کی "مذھبیت" ان کا پسندیدہ "مذہب" ہے۔ یہود و نصاریٰ کا فلسفۂ زمان و مکان اور لاجک پاکستان کے ارکان حکومت کا نظریہ، فلسفہ، اور ارتقائی عقیدے کی سیڑھی! اس بد قسمت ملک کے باسی ان کی حقیقی خبیثانہ شخصیت سے نا آشنا اور ان کے پبلک جلسوں کے روپ بہروپ سے سحر زدہ اور ان کے اخباری بیانات، ریڈیائی تقریروں اور ٹی وی تھیٹر سے مرعوب ہیں۔ یہ بد باطن حکمران دینی تعلیمات سے یکسر نا آشنا، بلکہ دین سے ہی محروم ہیں ان کا مزاج کافرانہ ہے پاکستانی اخبارات کی فائلیں اٹھا کر دیکھ لیں ہر دور کے فرنگی پرست حکمران نے دینی لباس، دینی شعار، دینی وضع قطع، دین کے محکمات اور عقائد پر ہمیشہ ہزلیاتی گفتگو کی، تنقید کی، مولوی کے حوالے سے دینی مسائل پر "آزادانہ" بحث کا دروازہ کھولا، دینی مسائل کا استہزاء کیا، دینی احکام کی بعد اڑائی، اور ان لوگوں کی سرپرستی کی جنھوں نے اسے کے بروہی، افضل حیدر، جاوید اقبال اور اقبال حیدر جیسا لحدانہ کردار ادا کیا۔ بے نظیر زرداری صاحبہ وزارتِ عظمیٰ کے منصب پر ماضی و حال کے اسی زندقہ کے امریکی معاہد کے بل بوتے پر براجی ہیں اور ان کا یہ اقتدار ملک کے سول اور فوجی بیورو کریٹس کا مرغوب اقتدار ہے اس اقتدار میں وہ تمام عقائد متنازعہ بنائے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اسلام اور مسلمانوں کے ایمان و یقین کی بنیاد ہیں جن کے بغیر کسی کے مسلمان ہونے کا تصور ہی ممکن نہیں۔ ناموسِ رسالت ایسا نازک اور ہمہ گیر موضوع ہے کہ سارا دین اس عنوان کے ماتحت ہے مثلاً شرعی سزائیں، قصاص و دیت اور دیگر دینی مسلمات پر بحث و تمحیص اور انہیں متنازع مسائل بنانا یہ سب سے بڑی توہینِ رسول ﷺ ہے، جب پانچ برس ان موضوعات پر لحدینِ پاکستان بکواس کرتے رہے اور سیاسی علماء ان لحدین کے حلیف بنے رہے اور ٹس سے مس نہ ہوئے تو ان زندیقوں کے حوصلے بڑھے اور اب ناموسِ رسالت ﷺ کی باری آ گئی، علماء دین اور خانقاہوں کے مجاوروں کا یہ آخری ٹیسٹ ہے یہ ضرب اگر ہم سہہ جائیں تو جمہوریت مکمل ہو جاتی ہے اور جمہوریت کا سنہرا دور بے نظیر کا دور حکومت کہلائے گا یورپ اور امریکہ کے کافر و مشرک حکمران اسے اشیر واد دیں گے کہ پاکستان اسلامی پاکستان نہیں بلکہ لبرل پاکستان ہے اور زندہ باد لبرل پاکستان زندہ باد۔ لیکن پاکستانی زندیقوں اور امریکن مشرکوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ابھی مسلمانوں کی راکھ میں ایسی چنگاری سلگ رہی ہے جو کسی وقت بھی شعلۂ جوالہ بن سکتی ہے جسکا کچھ نمونہ جہلاء پی پی پی نے دیکھ لیا مزید شوق ہو تو "ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گو"۔ عوام و خواص نے جس لعنت و نفرین کا اظہار کیا ہے وہ جمہوریت کے ناہموار فرزندوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے بے نظیر صاحبہ جمہوریت کی جس گاڑی کی ڈرائیور ہیں اس میں بیسیوں چالیں ہیں اور عین ممکن ہے کہ کسی اور چال کے ذریعہ مرزائیوں، عیسائیوں، یہودیوں اور راجپالیوں کو راضی کرنے اور ان کی سیاسی و مالی قوت سے فائدہ اٹھانے کے لئے "جمہوری قدم" اٹھایا جائے جیسا کہ اقبال حیدر کی چال بازیوں اور بے نظیر کی سرپرستی سے عیاں ہے پھر اس کے نتیجہ میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جمہوریت کی اس گندی گاڑی کا ایسا خوف ناک ایکسیڈنٹ ہو جائے کہ اس میں سوار لوگ شاید جانبر بھی نہ ہو سکیں!

دہشت گردی یا غنڈہ گردی:

ہماری حکمران ٹیمیں انگریزی مزاج و اعتقاد رکھتی ہیں لڑاؤ اور حکومت کرو ان کے ضمیر و خمیر میں ہے آج کے دور کا جاگیر دار

اس کی سیاسی جبلت اس کراہت کا مظہرِ اتم ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ مذہبی طبقاتی کشمکش کے نتیجہ میں عبادگاہوں کے تقدس کا پامال ہونا، انسانیت کا قتل عام معصوم بچوں تک کی غارت گری اسی سیاسی روش کا لازمی نتیجہ ہے اس بات کو خارج از امکان نہیں کہا جاسکتا کہ اس غنڈہ گردی میں دہشت گرد بھی شامل ہوگئے ہوں۔ لیکن یہ کیسا اندھیر ہے کہ پنجاب کے صوبائی دارالحکومت میں بھی منہ زور فسادیوں نے حکومت کو بظاہر بالکل بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ حال ہی میں جامع مسجد دارالعلوم عثمانیہ میں بم پھینکا گیا دو معصوم طلباء جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اسی طرح پنجاب یونیورسٹی میں اسلحہ کے زور پر قبضہ کی کوشش کی گئی اور برسرِ عام فائرنگ کر کے چار افراد کو قتل کر دیا گیا۔ جبکہ اس سال جنوری سے لے کر جولائی تک صرف لاہور کی مساجد میں بموں کے حملوں اور فائرنگ سے ۱۱ افراد شہید اور ۶۶ زخمی ہو چکے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ پولیس کو ملزموں اور مجرموں نے اس حد تک بے بس کر دیا ہے کہ لاہور کے نواحی علاقہ نیاز بیگ میں مورچہ بند غنڈوں نے اپنی گرفتاری کے لئے آنے والی پولیس پارٹی کی گاڑیاں جلا ڈالیں اور بے تحاشا اور براہ راست فائرنگ سے پولیس کو ذلت آمیز پسپائی اور فرار پر مجبور کر دیا۔ ریاست کے اندر ریاست کے اس قیام کو بدمعاشی، دہشت گردی، غنڈہ گردی.... جو بھی کہا جائے درست ہے۔ لیکن یہ اول و آخر "شیعہ گردی" ہے جسے حکومت ایران کی علانیہ حمایت اور لاہور میں مقیم ایرانی قونصلر کی عملی سرپرستی حاصل ہے۔ حکومت پاکستان اور حکومت پنجاب خود سوچیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں؟ حکومت اگر اس ظلم میں خود ملوث نہیں تو اس کالوری سدِ باب کرے اور جس طاقت کے سہارے بریگیڈیئر امتیاز کو گرفتار کیا گیا ہے اسی طاقت کے بل بوتے پر ٹھوکر نیاز بیگ جیسے اہم مقامات پر چھاپے مارے جائیں اور ان غنڈہ عناصر کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا جائے۔ فتنہ قتل سے بھی بڑی بدمعاشی ہے اور فتنہ پردازوں سے وطن کی سرزمین کو پاک کر دینا ہی بہتر ہے، ایسی ہی ناپاکیوں کو چھاپ چھاپ کر نوائے وقت کے مدیرِ اعلیٰ جناب مجید نظامی نے پاکستان کو ناپاکستان کہا ہے۔ حکومت کا فرضِ اولین ہے کہ وہ پاکستان کو ناپاکستان ہونے سے بچائے۔ حکومت کو اس کام میں اللہ مدد دے (آمین)

افغانستان:

بد قسمتی سے افغان مجاہدین کے بعض گروہ دوستم (کمیونسٹ) اور حزبِ وحدت (ایران نواز شیعہ) کے چکر میں آکر باہم خوں ریزی تک آپہنچے جس کی انتہا یہ ہے کہ گل بدین حکمت یار جب سے وزیرِ اعظم بنے ہیں کابل جانے کی جرأت نہیں کر سکے چہار آسیاب کے مرکز میں بیٹھے حکومت کر رہے ہیں اور حادثہ یہ ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت امریکی پالیسی کے تحت گل بدین اور دوستم کی بھرپور مدد کر رہی ہے ربانی اور ان کے ساتھیوں کو بھارت نواز بتایا جا رہا ہے انہیں بدنام کیا جا رہا ہے کہ ربانی اور مسعود بھارت سے اسلحہ لے رہے ہیں۔ بھارتی حکمرانوں سے ان کی خفیہ ملاقاتوں کی خبریں شائع ہو رہی ہیں۔ جو سراسر ایجنسیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔ موجودہ افغان حکومت کا یہ موقف سوفی صد درست ہے کہ وہ گلبدین سے صلح کے لئے تیار ہیں مگر دوستم، نجیب یا حزبِ وحدت کو قبول نہیں کریں گے جبکہ گلبدین ان تینوں کو ساتھ لے کر حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ پاکستانی اخبار نویسوں کا ایک نمائندہ بھی افغانستان میں نہیں ہے اور خبریں روزانہ افغانستان کے بارے میں چھاپ کر عوام و خواص کو گمراہ کر رہے ہیں اور دونوں ملکوں کے عوام میں نفرت کا بیج بو رہے ہیں افغانستان ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اور موجودہ حکومت خالص اسلامی حکومت ہے امریکہ ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ دنیائے اسلام کے نقشے پر کوئی اسلامی آئیڈیل ریاست قائم ہو جبکہ افغان مجاہدوں کی موجودہ حکومت نے افغانستان میں اسلامی نظامِ ریاست کو عملی صورت میں رائج کر کے امریکی، روسی اور دیگر سامراجی قوتوں کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ رسید کیا ہے۔ پاکستانی اخبارات کو ایسے گندے ناپاک اور یکطرفہ پروپیگنڈے سے باز رہنا چاہیے! اور نفرت کی آگ کو ٹھنڈا کر کے محبت و اخوت کے دینی رشتہ کو مضبوط کرنا چاہیے۔

محترم شاہ بلیغ الدین

سیرت

میزبان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خدا کے حکم سے ہجرت کر کے یثرب پہنچے تو سب سے مشکل اور اہم سوال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام کہاں ہوگا؟ مشکل اس لئے کہ شمع نبوی کے ہر پروانے کی خواہش تھی کہ کاش یہ عزت، یہ سعادت اسے حاصل ہو جائے۔ جاں نثاروں کے جذبات کا جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ اور کس کو خیال ہو سکتا تھا۔ ارشاد ہوا کہ...... میری اونٹنی کو چھوڑ دو۔ وہ جہاں ٹھہرے گی میں وہیں قیام کروں گا۔ اللہ نے اسے میرے ٹھہرنے کی جگہ بتا دی ہے۔(۱) امام مالک کا قول ہے یہ کیفیت القا کی تھی۔

اونٹنی قصویٰ ایک ایسی جگہ ٹھہری جہاں سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مکان قریب تھا۔ وہ دوڑے دوڑے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے اور عرض کیا کہ...... حکم ہو تو سامان اتار لوں کہ میرا ہی گھر اونٹنی کے ٹھہرنے کی جگہ سے قریب تر ہے۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ کچھ اور لوگ بھی اس غرض سے آگے بڑھے۔ شاید ان کے مکان بھی آس پاس ہی تھے۔ آخر سب نے مل کر قرعہ اندازی کی۔ یہ سعادت دارین تو حضرت ابو ایوبؓ کا مقدر ہو چکی تھی، قرعہ میں بھی انہی کا نام نکلا۔(۱ الف) ابو ایوبؓ اپنی خوش بختی پر شاداں و فرحاں آگے بڑھے، اونٹنی کا سامان اٹھایا اور گھر پہنچے۔ جلدی جلدی بالاخانہ خالی کیا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان لے جا کر وہاں رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ لائے۔

ارشاد ہوا کہ...... ابو ایوب! میرے پاس کثرت سے لوگ آتے جاتے رہیں گے بہتر ہے کہ نچلے حصہ میں میری رہائش کا انتظام کیا جائے۔ جو حکم تھا سر آنکھوں پر تھا۔ فوراً اس حکم کی تعمیل کی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثہ نے بھی یہاں قیام فرمایا۔

کوئی چھ مہینے اللہ کے رسولِ برحق نے یہاں قیام فرمایا۔(۲) کھانا کبھی حضرت ابو ایوبؓ کے پاس سے آتا کبھی اور صحابہ کے پاس سے۔ عموماً انصار کو یہ شرف حاصل ہوتا۔ کھانے میں جو کچھ بچ جاتا حضرت ابو ایوبؓ شوق سے اٹھا لے جاتے اسے غور سے دیکھتے۔ جدھر سے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہوتا وہاں آپ کی انگلیوں کے نشان (۳) مل جاتے تو حضرت ابو ایوبؓ اور ان کی بیوی اسی طرف سے کھاتے اور شکر ادا کرتے کہ یہ سعادت بھی انہیں حاصل ہو رہی ہے۔

ایک دن حضرت ابو ایوبؓ کے گھر سے کھانا گیا۔ ویسے ہی واپس آ گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں کھایا ہے تو بے تاب ہوگئے۔ رہا نہ گیا تو خدمت اقدس ﷺ میں پہنچے۔ کھانا نہ کھانے کا سبب معلوم کرنے کی کوشش کی۔ جواب ملا...... کھانے میں لہسن زیادہ تھا! حضرت ابو ایوبؓ کو سخت افسوس ہوا۔ عرض کیا..... یا رسول اللہ ﷺ! جو چیز آپ کو پسند نہ ہو وہ مجھے کب پسند ہو سکتی ہے۔ آئندہ کے لئے لہسن کھانے سے توبہ کرلی۔ لیکن یہ پوچھ لیا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ ارشاد ہوا۔ نہیں! (۴)

ایک دن بالاخانے کے اس حصہ پر جہاں حضرت ابو ایوبؓ اور ان کی اہلیہ رہتی تھیں پانی کا مٹکا ٹوٹ گیا۔ چھت سے پانی نیچے ٹپکنے کا اندیشہ تھا۔ نیچے اللہ کے نبی ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ سوچا اب کیا کریں، کہیں رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ پڑ جائے۔ گھر میں ایک رضائی تھی، جھٹ اسے لا کر اسے پانی پر ڈال دیا کہ پانی نیچے نہ گرنے پائے۔ سردی میں میاں بیوی کا جو بھی حال ہوا لیکن دل خوشی سے باغ باغ تھا کہ پانی نیچے ٹپکنے نہ پایا۔

کچھ دنوں کے بعد یکایک میاں کو ایک خیال آیا۔ میاں نے بیوی سے کہا کہ..... ہائے افسوس! اب تک یہ بات ہمارے ذہن ہی میں نہ آئی۔ ہم سے بڑی بے ادبی اور سخت گستاخی ہوئی ہے کہ جس کے سینے میں قرآن ہے وہ تو نیچے ہے اور ہم بالاخانے پر ہیں! بس یہ خیال آنا تھا کہ دونوں بے چین ہوگئے۔ نیند اڑ گئی۔ چھت کے کونوں میں سمٹ کر بیٹھے رہے رات بھر بے ادبی کا خوف دل کو ڈستا رہا۔ صبح ہوئی تو حاضرِ خدمت ہوئے۔ اپنی الجھن بیان کی۔ عرض کیا..... اب ایک لمحے کے لئے بھی ہم بالاخانے پر نہ رہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو خود بدولت بالاخانے پر منتقل ہوگئے۔ (۵)

میزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ قبیلہ خزرج کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس گھرانے کو ایک شرف یہ بھی حاصل تھا کہ حضرت عبد المطلب کی والدہ سلمیٰ بنتِ عمرو اسی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ خالد بن زید بن کلیب نام تھا۔ اپنی کنیت ابو ایوب سے مشہور ہوئے۔ ہجرت سے کوئی بتیس (۳۲) برس پہلے یثرب میں پیدا ہوئے۔ لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور حافظ کلام اللہ تھے۔ ایک سو بچاس حدیثیں ان سے منسوب ہیں۔

بیعتِ عقبہ ثانی کے وقت آپ منیٰ کی گھاٹی میں موجود تھے اور ان خوش قسمت بزرگوں میں شامل تھے جنہوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کی دعوت دی اور اپنی جان سے عزیز رکھنے کا عہد کیا۔ بیعتِ عقبہ سے لوٹے تو اسلام پھیلانے میں لگ گئے۔ پہلا کام یہ کیا کہ اپنی شریکِ حیات حضرت امِ حسن کو دولتِ ایمان سے مالا مال کیا۔ پھر کنبے والوں، دور کے عزیز رشتہ داروں کو تلقین کرنے لگے۔

ہجرت کے بعد انصار اور مہاجرین میں مواخاۃ (۷) ہوئی تو حضرت مصعب بن عمیرؓ آپ کے بھائی بنائے گئے۔ حضرت مصعبؓ جو آخری بیعت عقبہ سے پہلے یثرب میں تبلیغ دین کے لئے بھیجے گئے تھے۔ اس وقت ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہؓ کے پاس تھا۔ حضرت مصعبؓ جو کبھی مکے کے بے انتہا فیشن

ایبل رئیسوں میں تھے۔ اسلام لائے تو ہر ذوق و شوق چھوڑ دیا۔ حبشہ ہجرت کی، مکہ لوٹے اور پھر مدینہ چلے گئے۔ بالکل درویش خدامست تھے۔ کچھ یہی خوبیاں حضرت ابو ایوبؓ میں بھی تھیں۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ جنگِ بدر میں شریک تھے اور ان ساری لڑائیوں میں شریک رہے جو مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئیں۔ بیعت رضوان میں بھی شامل تھے اور حجۃ الوداع کے موقع پر بھی۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میزبان ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے مدینہ چھوڑ کر کوفے کو اپنا صدر مقام بنایا تو انہیں خاص طور پر مدینے کا گورنر مقرر کیا۔ (۹) حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں انکے وظیفے میں اضافہ کیا اور انہیں کاشتکاری کے لئے غلام دیے۔ ۳۸ھ میں جنگِ نہران میں خوارج کے خلاف خوب دادِ شجاعت دیتے رہے۔ کسی اور لڑائی میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ایوبؓ بصرہ گئے۔ یہاں اس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ وہاں کے گورنر تھے۔ حضرت علیؓ کا دورِ خلافت تھا۔ آپ آئے تو حضرت ابن عباسؓ نے تمام ساز و سامان کے ساتھ اپنا گھر ان کے لئے خالی کر دیا۔ انہوں نے پوچھا...... یہ کیا؟ تو ابنِ عباسؓ نے کہا...... آپ نے رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھہرنے کے لئے اپنا گھر جو خالی کر دیا تھا! (۱۰)

جس ہستی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل رہا ہو اور وہ بھی ایک دو دن نہیں چھ مہینے اسے اکتساب فیض کے کیا کیا مواقع نہ ملے ہوں گے؟ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ، حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ اور حضرت انس بن مالک جیسی ذی علم ہستیاں بھی ان سے احادیث پوچھتیں اور معلومات حاصل کرتی تھیں۔ خود انہیں حدیثیں جمع کرنے کی بے انتہا لگن تھی۔ ایک بار سنا کہ سترِ مسلم کے بارے میں ایک حدیث (۱۱) ہے جو عقبہ بن عامرؓ جہنی کو معلوم ہے، ان کے سوا کسی اور کے علم میں نہیں تو معلوم کروایا کہ حضرت عقبہ کہاں رہتے ہیں؟ پتہ چلا کہ ان دنوں اُن کا قیام مصر میں ہے۔ بڑھاپے کے دن تھے ایک نہ ایک بیماری لگی رہتی تھی لیکن شوقِ علم وہاں تک لے گیا۔ مصر پہنچ کر مسلمہ بن مخلدؓ کے گھر پہنچے، ان سے عقبہؓ کا پتہ لگایا۔ ان سے ملاقات کی اور وہ حدیث پوچھی۔ پھر اسی وقت مدینہ لوٹ گئے۔ ذرا آرام بھی نہیں کیا۔ شوقِ علم ہو تو ایسا! مرتے دم تک انہوں نے حدیثیں روایت کیں۔ بسترِ مرگ پر ایک بار خیال آیا کہ دو حدیثیں ایسی رہ گئی ہیں جنہیں بیان کرنے کا کبھی موقع نہیں آیا تو اسی وقت وہ حدیثیں بیان کیں جو اُن کی وفات کے بعد ایک عام اعلان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائی گئیں۔

حدیثوں کے جاننے کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کرنے اور اسوہ حسنہ پر چلنے کی بے پناہ تڑپ بھی دل میں تھی۔ جب دیکھتے کہ کوئی سنت نبوی سے ہٹ رہا ہے تو بلالحاظ اس کے مرتبے اور مقام کے فوراً ٹوک دیتے۔ عقبہ بن عامرؓ جہنی نے مصر کی گورنری کے زمانہ میں ایک مرتبہ مغرب کی نماز دیر سے پڑھی۔ حضرت ابو ایوب

انصاریؓ اس وقت وہاں موجود تھے۔ حضرت عقبہؓ سے آپ نے پوچھا۔۔۔۔۔ یہ کیسی نماز ہے؟ عقبہؓ نے جواب دیا۔۔۔۔۔ ایک ضروری کام میں لگا تھا دیر ہو گئی! فرمایا۔۔۔۔۔ کچھ یہ بھی سوچا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہو۔ لوگوں کو کہیں یہ خیال ہو جائے کہ شاید نبی آخرالزماں کے نماز پڑھنے کا یہی وقت تھا حالانکہ مغرب کی نماز میں آپ ﷺ نے دیر نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ مروان کو ٹوک دیا۔ مروان اس زمانہ میں مدینے کے گورنر تھے۔ اور بڑے مان دان کے آدمی سمجھے جاتے تھے۔

عبدالرحمن بن خالدؓ نے ایک جنگ کے موقع پر قیدیوں میں سے چار آدمیوں کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر قتل کروا دیا۔ فرمایا کہ۔۔۔۔۔ رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وحشیانہ قتل کو سخت ناپسند کیا ہے۔ اور میں تو اس طرح مرغی کو مارنا بھی پسند نہیں کرتا! یہ باز نطینیوں سے لڑائی کا زمانہ ہے۔ اسوقت حضرت ابوایوب کی عمر ۷۵ برس کی تھی۔ ان کے شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ افریقہ، ایشیا اور یورپ ان براعظموں کی لڑائیوں میں انہوں نے حصہ لیا۔

ان کا دوسرا سب سے بڑا شوق جہاد فی سبیل اللہ کے لئے مستعد رہنا تھا۔ غزواتِ نبوی میں شرکت کی سعادت تو بہت بڑی بات تھی۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں بھی جب تک وہ زندہ رہے جہاد کے موقع سے محرومی کو کبھی پسند نہ کیا۔

چنانچہ سن ۵۲ ہجری میں جب انہوں نے سنا کہ قسطنطنیہ پر فوج کشی ہونے والی ہے تو کمرِ ہمت کس کے گھر سے نکل پڑے۔ دور دراز کا سفر طے کر کے مصر کے راستے سے ہو کر اسلامی لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچے۔ اسی (۸۰) برس کی عمر تھی مگر مستعدی میں اور حوصلے میں جوانوں سے بھی آگے تھے۔ جس جوش و ہمیت سے انہوں نے بحیرۂ روم کو پار کیا۔ اس نے اسلامی لشکر کے ایک ایک مجاہد کو ہمت کا پہاڑ بنا دیا۔ کسی نے پوچھا۔۔۔۔۔ آپ نے اس عمر میں اتنی بڑی زحمت کیوں گوارا فرمائی؟ جواب میں فرمایا۔۔۔۔۔ یہی تو وہ فوج ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس طرح دکھائی گئی کہ تختِ رواں پر شاہانہ ٹھاٹ سے سمندر کا سینہ چیر کر آگے بڑھ رہی ہے۔ صاحب وحی نے حضرت امِ حرام سے ارشاد فرمایا کہ۔۔۔۔۔ یہ میری امت کا پہلا لشکر ہے، جو قیصر کے شہر پر حملہ کریگا۔ ان سب کی مغفرت ہو گی۔

اس بشارت کو سُن لینے کے بعد کون تھا جو اس مہم میں شریک نہ ہوتا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ تو بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ یہ سعادت ان سے چھوٹ ہی نہ سکتی تھی۔ رہی پیرانہ سالی تو اس کے لئے ان کی ہمتِ عالی سب سے بڑا سہارا تھی۔ اس جہاد کے تقدس کی وجہ سے عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اس میں شرکت کی اور سیدنا حضرت حسین بن علی بھی ان کے ساتھ تھے جسٹس امیر علی نے اپنی تاریخ اہل عرب میں خصوصی تذکرہ کیا ہے۔

عقبہ بن عامر جہنیؓ بھی اس جہاد میں شریک تھے۔ مصری فوج انہیں کی کمان میں آئی تھی۔ عبدالرحمن

بن خالد بن ولیدؓ بھی ایک دستے کی قیادت کر رہے تھے۔ کچھ دنوں بعد لشکر میں وبا پھوٹی۔ اسلامی فوج کے بہت سے مجاہد اس ہیضے کی وبا میں شہید ہو گئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی بیمار ہوئے۔ حالت نازک ہو گئی تو سپہ سالار فوج حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے مرتبہ اور بزرگی کا خیال کر کے پوچھا۔۔۔۔ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمائیے میں آپ کی وصیت کو پورا کروں گا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا ہے کہ اس مغفرت یافتہ لشکر کے سپہ سالار سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے امیر یزید تھے۔

میزبانِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان سپہ سالار سے فرمایا کہ۔۔۔۔۔ ہم دشمن کی سرزمین میں ہیں۔ بس اتنا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش لے کر قسطنطنیہ کی فصیل کی طرف جہاں تک ہو سکے چلے جانا اور پھر وہاں مجھے دفن کرنا۔

انہوں نے انتقال فرمایا تو ساری فوج نے نمازِ جنازہ ادا کی پھر ہتھیار سجا کر پورے فوجی اعزاز و اکرام سے آپ کی میت کو لے چلے۔ قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچے اور وہاں انہیں سپرد خاک کیا۔ اس خیال سے کہ کہیں صبح دشمن اُن کی میت کو نکال کر بے حرمتی نہ کریں دفن کرنے کے بعد اُن کی قبر زمین کے برابر کر دی گئی۔ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ صبح ہوئی تو کچھ رومی سپاہیوں نے پوچھا۔۔۔۔ کیا بات ہے رات تم لوگ ہماری فصیل تک آئے اور وہاں بڑی دیر تک رُکے رہے؟ جواب دیا گیا کہ۔۔۔۔۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے رات انتقال فرمایا۔ وہ بڑے بزرگ اور صاحبِ علم آدمی تھے۔ ہم نے انہیں تمہاری فصیل کے سائے میں دفن کیا ہے۔ ہمارے دلوں میں ان کی بڑی عزت ہے۔ یہ سمجھ لو کہ اگر تم نے وہاں اُن کی قبر کی بے حرمتی کی تو ہم اس کا سخت بدلہ لیں گے! یہ بھی ممکن ہے کہ اسلامی سلطنت میں پھر کبھی کسی کلیسا میں گھڑیال نہ بجنے پائے گا!۔۔۔۔ یہ دھمکی کام آ گئی لیکن اصل میں آپ کے روحانی فیض نے دشمن کو روکے رکھا۔ قسطنطنیہ اس وقت فتح نہ ہو سکا۔ لیکن قسطنطنیہ والوں کے دل اس بزرگ صحابی رسول نے فتح کر لیے۔ شہر میں جب کوئی آفت آتی، بارش نہ ہوتی یا قحط پڑتا تو سارے رومی شہر سے نکل کر آپ کی قبر پر جمع ہو جاتے اور وہاں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو آواز دیتے اور ان کی پریشانی دور ہو جاتی۔

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ مجاہد قسطنطنیہ کی قبر کی حرمت مسلمانوں کو بے حد عزیز تھی۔ سپہ سالار لشکر نے حکم دیا کہ قبر چھپا دی جائے۔ مسلمانوں کی فوجیں جب لوٹ گئیں تو رومی عوام نے اس قبر کی حرمت اور عظمت کا بڑا خیال رکھا۔ جو فیض انہیں یہاں سے ملا تھا اس کی یادگار میں رومی حکومت نے سن ۵۵ ہجری کے بعد اس قبر کو محفوظ کر دیا اور اس پر چھت ڈالی اور عمارت بنا دی رفتہ رفتہ یہ عمارت ڈھ گئی اور اس یادگار کا نام و نشان مٹ گیا۔ کوئی سات برس بعد ۱۵۵۶ء میں جب عثمانی اقتدار کا پرچم یہاں لہرایا شیخ آق شمس الدین میزبان رسول اکرم کی قبر کا پتہ لگایا۔ اس پر عبرانی زبان میں لکھا ہوا ایک کتبہ بھی قبر پر لگا ہوا تھا۔ اس پر

حضرت ابوایوب کا نام بھی لکھا تھا۔

اگست ۱۹۷۹ء میں ایک بیرونی سفر سے لوٹتے ہوئے خاص طور پر میں نے یہاں سفر کیا تھا۔ (۲۴) گھنٹے کا قیام تھا۔ پہلا کام مزار پر فاتحہ پڑھنے کا تھا۔ ایک بڑے قدیم قبرستان میں سے ہو کر ہم اس جگہ پہنچے جسے یہاں والے۔۔۔۔ سلطان ایوب کی بارگاہ کہتے ہیں۔ سلطان محمد فاتح نے قبر پر تابوت بنا کر چاندی کا پتر چڑھایا ہے قبر کے ساتھ ایک جامع مسجد اور مدرسہ تعمیر کیا۔ یہ سب کچھ اب بھی موجود ہے۔ لیکن موجودہ تعمیر بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ حضرت ابوایوب کا مزار اب ایک بند کمرے میں ہے سادہ سا مستطیل کمرہ ہے۔

جامع ایوب میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ آثار مبارک بھی ہیں۔ جو محل سلطان میں ملے تھے۔ یہاں سبز چادر میں لپٹا ہوا ایک علم نبی ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے علمبردار فوج اسلامی کی حیثیت سے سیدنا ابوایوب نے میدان جنگ میں لہرایا تھا۔ میں نے اس روایت کی تصدیق کی۔ سلاطین عثمانیہ کے بانی عثمان کی تلوار بھی یہاں رکھی ہے۔ سلاطین عثمانیہ اقتدار سنبھالتے ہی یہاں حاضری دیتے ہیں۔ سلطان محمد فاتح کے زمانہ سے یہ تخت نشینی کی رسد کہلاتی ہے۔ شیخ الاسلام شمس الدین آق نے یہاں اس رسم کی ابتدا اسطرح کی تھی کہ مزار مبارک کے سامنے تلوار عثمان محمد فاتح کی کمر میں باندھی تھی۔

مزار کے اطراف دور تک پھیلا ہوا قبرستان ہے۔ مزار کو جانے کا راستہ ایک کشادہ صحن کے بعد آتا ہے۔ شاید اتاترک سے پہلے یہ حصہ دستار بندی کے وقت فوج کی پریڈ کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ سڑک اور معمولی سا بازار اس صحن کے دوسری طرف ہے۔

مزار میزبان نبوی پر ہجوم تو نہ تھا لیکن ایک عجیب سی رونق تھی۔ جذبات عقیدت و محبت امڈ کر احساسات پر چھائے ہوئے تھے۔ سارا تاریخی پس منظر جب نگاہوں میں گھومتا تھا تو ایک عجیب روحانی کیف دل کو سرشار کر دیتا تھا۔

۱۔ ارشاد نبوی تھا کہ۔۔۔۔

"خلوا سبيلها فانها مامورة."

اسے چھوڑ دو اسے بتا دیا گیا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے۔ ابن سعد اخبار النبی جلد نمبر۱۔ سیرت ابن ہشام باب نمبر ۴۷۔ ابن کثیر البدایہ والنہایہ جلد سوم۔ صحیح بخاری (کتاب الانبیاء۔ ہجرہ النبی۔ باب المناقب صحابہ۔

اونٹنی قصویٰ کو اسعد بن زرارہ اپنے گھر لے گئے۔ (ابن سعد۔ بلاذری)

نمبر۱۔ عام طور پر مورخین اور محدثین کے پاس قرعہ اندازی کی روایت ہے لیکن امام احمد بن حنبل نے ابوایوب کی زبانی یہ روایت دی ہے۔ ابن حجر نے الاصابہ میں اسی کو دہرایا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ

قدم اندازی قیام کے بعد ہوئی۔

نمبر۲۔ یہ روایت بھی ہے کہ نمبر۳ صحیح مسلم باب الاشربہ۔ اس ماہ ربیع الاول سے دوسرے سال کے صفر تک قیام رہا۔

نمبر۴۔ اباحہ اکل الثوم صحیح مسلم۔

نمبر۵۔ صحیح مسلم۔ کتاب الاشربہ

نمبر۶۔ بیعت عقبہ ثانیہ (خزاج بن الحارثہ) ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر۴۔ اسد الغابہ جلد نمبر۳

نمبر۷۔ بھائی بندی حضرت ابوطلحہ انصاری کے مکان میں ہوئی۔

نمبر۸۔ تاریخ اسلام کا پہلا جمعہ ہجرت سے پہلے انھی کی امامت میں پڑھا گیا۔

نمبر۹۔ اسد الغابہ جلد نمبر۳ حرف الخاء

نمبر۱۰۔ اسد الغابہ جلد سوم خالد بن زید روایت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس

نمبر۱۱۔ یہ مدینے سے مصر کا پہلا سفر تھا۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (جلد نمبر۴) میں اس سفر کا ذکر ہے۔

نمبر۱۲۔ یہ مصر کے دوسرے سفر کا واقعہ ہے۔ جب وہ جہاد قسطنطنیہ کے لئے نکلے تھے۔

نمبر۱۳۔ صحابی رسول اللہ بہت بڑے منتظم اور مدبر تھے۔ اکمال فی اسماء الرجال (مشکواۃ) اسد الغابہ جلد نمبر۸

نمبر۱۴۔ تمام مشاہد میں شریک تھے۔ (اسد الغابہ جلد نمبر۳)

نمبر۱۵۔ ابن سعد جلد نمبر۴۔ صحیحین کتاب الجہاد

نمبر۱۶۔ صحیح بخاری (کتاب الجہاد کتاب الامارہ) میں یہی روایت امام مسلم نے دی ہے۔ راوی سیدنا انس بن مالک ہیں۔

نمبر۱۷۔ (کتاب التہجد باب النوافل) عن محمود بن ربیع

سیدنا انس بن مالک ہیں۔ سنن دارمی جلد نمبر۲

ابن خیاط (کتاب التاریخ) احمد بن عبداللہ عقد الفرید جلد دوم۔

صفحہ نمبر۳۰۱ بطبع عامرہ)

نمبر۱۸۔ سپہ سالار لشکر یزید بن معاویہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

طبقات ابن سعد جلد نمبر۴

نمبر۱۹۔ طبقات ابن سعد جلد نمبر۴ نمبر۲۰۔ ابن قتیبہ (المعارف) قول مجاہد۔

انٹرویو: سید محمد کفیل بخاری حافظ احمد معاویہ

گلبدین حکمت یار، کمیونسٹوں اور شیعوں کو ساتھ ملا کر ہمارے خلاف لڑ رہے ہیں۔

❖ افغانستان کو بھارتی اسلحہ کی امداد کا شوشہ کذب وافتراء ہے۔

❖ اسلام اور جمہوریت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔

ہم نے حکومتی نظام کو خلافت اور شوریٰ کی بنیاد پر استوار کیا ہے۔

دولتِ اسلامی افغانستان کے نائب صدر جناب عبدالرب رسول سیاف سے تازہ ترین انٹرویو

"دولت اسلامی افغانستان" دنیا کے نقشے پر اپنی موجودہ حیثیت میں ایک بالکل نیا نام ہے۔ اگرچہ اس اسلامی مملکت کا قیام آج سے اڑھائی سو برس قبل احمد شاہ ابدالی کے ہاتھوں ہوا۔ تب یہ مملکت موجودہ پاکستان، افغانستان اور کشمیر کے علاقوں پر مشتمل تھی۔ اس خطہ کے جفاکش لوگوں نے بے شمار انقلابات دیکھے مگر اپنے دین، تہذیب و تمدن اور عقائد اور افکار کو مسخ نہ ہونے دیا۔ انہوں نے اپنی ان بنیادوں کو اس قدر مضبوط رکھا کہ پہاڑوں کی سنگینی ان کی استقامت کے سامنے شرمندہ ہے۔ بادشاہوں اور کمیونسٹوں کے اپنے ملک پر غاصبانہ قبضہ کے خلاف جس طرح افغان قوم نے جہاد کیا اور اسے کامیابی سے ہمکنار کیا اس کی مثال تاریخ میں کم کم ہی ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغانوں نے مادی لحاظ سے اپنے طاقتور ترین حریفوں، کفار و مشرکین اور ملحدین کو جس عبرتناک شکست سے دوچار کیا اس کی وجہ صرف اور صرف انکی دینی، فکری اور تہذیبی استقامت تھی۔

آج احمد شاہ ابدالی کا جانشین احمد شاہ مسعود افغانستان کا ہیرو اور قوم کا آئیڈیل ہے۔ کمانڈر احمد شاہ مسعود جہادِ اسلامی افغانستان کے پورے عرصہ میں ایک پر اسرار اور افسانوی شخصیت تھے۔ انہوں نے روسی ریچھوں کو جس عزیمت اور جرأت کے ساتھ نکیل ڈالی اس نے انہیں عوام میں بے پناہ مقبول بنا دیا۔ یقیناً اس جہاد میں وہ اکیلے نہیں تھے بلکہ تمام جہادی تنظیمیں مل کر آزادی کی جدوجہد کر رہی تھیں اور آزادی کے لئے دی جانے والی قربانیوں میں سب مجاہدین شریک ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان کی معروف جہادی تنظیم حرکۃ الانصار کی دعوت پر پاکستان کے مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والے صحافیوں کا ایک وفد افغانستان کی موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لینے اور حقائق کا مشاہدہ کرنے کے لئے افغانستان کے دورے پر گیا۔ حسنِ اتفاق سے اس وفد میں مدیر نقیب ختم نبوت اور معاون مدیر (سید محمد کفیل

بخاری، حافظ احمد معاویہ) بھی شامل تھے۔ وہاں مختلف حکومتی شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں اور ان سے تبادلہ خیالات کا آزادانہ موقع ملا۔ سات دن کابل میں ہم نے کیا دیکھا، کیا سنا اور کیا محسوس کیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے۔ جو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں نذر قارئین کریں گے۔ جن اہم شخصیتوں سے انٹرویو کئے گئے ان میں صدر ربانی، اور نائب صدر عبد الرب رسول سیاف خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

پروفیسر سیاف افغان جہاد میں ایک بہت بڑا نام ہیں۔ بڑی بارعب شخصیت کے مالک، عربی، انگریزی، فارسی اور اردو پر کمالی دسترس رکھتے ہیں۔ اپنی عربی دانی کے سبب عربوں میں بہت مقبول ہیں۔ ۱۷ جولائی کی سہ پہر ہم کابل سے پغمان ان کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے اور ایک گھنٹہ کی مسافت کے بعد استاد سیاف کے مسکن ایک بلند کچے پہاڑ پر کچے مکان کی راہداری میں انہیں سراپا انتظار پایا۔ چند لمحوں بعد استاد سیاف نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

—————— سب سے پہلے ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی دولتِ اسلامی افغانستان میں آمد کو مسلمانانِ پاکستان وہندوستان اور کشمیر کے لئے خیر کا باعث بنائے۔

ہمارا جہاد اسلامی اصولوں پر استوار تھا۔ اس پر کسی ملک، وطن اور قوم کا رنگ نہ تھا۔ ہمارا ماں، باپ، قوم، ملک، ملت سب اسلام ہے۔ اور اس میں ہم سب شریک ہیں۔ اس دلیل کی بنا پر ہم سب ایک باپ کی اولاد، ایک مدرسے کے شاگرد، اور ایک ملت کے فرد ہیں۔ ہم آپ کو بیگانہ نہیں سمجھتے۔ آپ ہمارے بھائی ہیں اور ہمارے جسم کا ایک حصہ ہیں۔ یہ میری بات نہیں ہے بلکہ پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے۔

مثل المومنین فی توادھم وترا حمھم و تعاطفھم مثل الجسد اذا شتکی عضو تداعی لہ سائرالجسد بالسھر والحمی

ہم کشمیری بھائیوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں داخلی مشکلات سے نجات دے تو ہم آپ کے پہلو بہ پہلو لڑیں۔

پاکستان ہمارا محسن اور دارالہجرت ہے۔

ہمارے اصول و مقاصد اور ہمارے اہداف ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم مسلمان کے خلاف کسی کافر کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ یہ دشمن کا پراپیگنڈہ ہے کہ مجاہدین افغانستان نے ہندوستان کے ساتھ خصوصی روابط قائم کئے ہیں۔ ایسا معاملہ کسی وقت بھی ممکن نہیں ہے۔ دنیا کے تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ ڈپلومیٹک روابط رکھتے ہیں۔ اور یہ کوئی عیب نہیں۔ اس طرح تو پاکستان کے بھی ہندوستان سے سفارتی تعلقات ہیں۔ ہم کبھی بھی نہیں بھول سکتے کہ ہندوستان جہاد کے ۱۴ سالہ دور میں کیمونسٹ حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کرتا رہا ہے۔ اور پھر بابری مسجد کی شہادت ہر مجاہد کے دل میں خنجر کی طرح پیوست ہے۔ کشمیری مسلمانوں کی ناموس تمام مسلمانوں کی

ناموس ہے۔ ہمارا ضمیر اور دل کسی وقت بھی قبول نہیں کرتا کہ ایک کافر مسلمانوں کے ناموس اور عزت پر حملہ آور ہو۔ ہمارا دشمن ہمارے خلاف بے سروپا پروپیگنڈہ کر کے اسلامی افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک کے تعلقات کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ آپ دشمن کی زبان پر اعتماد نہ کریں۔ آپ کے لئے وہی بات معتبر ہونی چاہیئے جو آپ ہماری زبان سے سنیں۔ جو بات آپ لوگوں کی زبان سے سنتے ہیں وہ ننانوے فیصد غلط اور پراپیگنڈہ ہوتا ہے۔ ہم اپنے طرزِ عمل سے انشاء اللہ آپ کو ثابت کر دیں گے کہ آپ کے قریبی بھائی کون ہیں؟

اس مختصر گفتگو کے بعد استاد سیاف نے مختلف سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

سوال۔ افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلا کے بعد اب یہاں کی مجاہد تنظیموں کی آپس میں خانہ جنگی کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ اس میں کچھ تفصیل ہے۔ روس نے افغانستان میں داخل ہونے سے قبل پوری دنیا کو اپنی ہیبت سے دہشت زدہ کر رکھا تھا۔ حتی کہ امریکہ بھی اس کی وسعت اور پھیلاؤ سے ڈرا ہوا تھا۔ جب روس نے افغانستان میں مداخلت کی تو

ہم پاکستان کے خلاف کارروائی کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

پوری دنیا میں کسی کو تصور بھی نہ تھا کہ افغان ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو جائیں گے۔ جنرل فضل حق مرحوم نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جب روس نے افغانستان میں مداخلت کی تو ہم سمجھتے تھے کہ ممکن ہے افغانی بیس روز سے ایک مہینہ تک زیادہ سے زیادہ مقابلہ کر سکیں گے۔

مگر جب یہ لڑائی ایک ڈیڑھ سال تک جاری رہی تو دنیا کو امید ہوئی کہ اس جہان میں کچھ ایسے دیوانے بھی ہیں جو سرخ فوج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت دو قسم کے لوگوں نے مجاہدین کی پشتیبانی کی ایک تو وہ مسلمان تھے جنہوں نے اپنے دینی، مذہبی اور قومی احساسات کی بنا پر ہماری مدد کی۔ اور دوسرے وہ، جو مسلمان تو نہ تھے مگر روس کے توسیع پسندانہ طرزِ عمل سے پریشان تھے انہوں نے جب دیکھا کہ روس یہاں دخیل ہو گیا ہے تو انہوں نے اس کو یہاں مشغول رکھنے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کیا تاکہ یہ بلا ان کے سر سے ٹلی رہے۔ یہ لوگ بھی ہماری تائید و تعاون کرتے تھے۔ امریکہ اور یورپ نے اسی سلسلہ میں ہماری مدد کی۔ اور جب جنگ پانچ سال تک جاری رہی تو انہوں نے یقین کر لیا کہ روس یہاں پر شکست کھائے گا مگر بعد میں یہ مسلمان فوجی قوت کے طور پر ابھریں گے۔ اور اس سے ان کو خطرہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ چار پانچ سال گزرنے کے بعد رشیا اور امریکہ نے آپس میں بیٹھ کر مذاکرات کئے کہ روس اس مسئلہ سے کس طرح جان چھڑائے۔ اور مجاہدین کے ہاتھ حکومت کس طرح نہ آئے۔ صدر امریکہ نے روس کے صدر سے مالٹا اور اس کے علاوہ جگہوں میں ملاقاتیں کیں۔ اگرچہ کہنے کو تو ان ملاقاتوں کو اور عنوانات دیتے رہے۔ لیکن ان کا اصل موضوع اور ہدف یہی تھا کہ کس طرح روس اس مشکل سے نکلے اور کس طرح افغانستان کی حکومت مجاہدین کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ آئے۔

جب روسیوں کو یہاں مار پڑی تو انہوں نے امریکیوں سے بات کی کہ ہماری اس مشکل سے جان چھڑائیے۔ جنیوا معاہدہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ اور ہم نے اس کی مخالفت کی۔ نجیب کی حکومت ختم ہو جانے سے قبل

اقوام متحدہ نے ایک پروگرام پیش کیا کہ وہ یہاں غیر جانبدار لوگوں کی حکومت بنائے۔ اس میں سیکولر اور بے دین لوگ ہوں تاکہ مجاہدین حکومت پر کنٹرول حاصل نہ کر سکیں۔ بینن سوان اس سلسلہ میں خاصی بھاگ دوڑ کر رہا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے تقریباً تیس وزیروں کو اس نے ادھر ادھر سے ہالیڈے ان اسلام آباد میں اکٹھا کر رکھا تھا۔ بینن سوان کابل میں نجیب کے پاس بیٹھ کر اسلام آباد میں فون پر بات چیت کر رہا تھا کہ ان وزیروں کو جلد کابل بھیجا جائے تاکہ حکومت بنائی جاسکے۔

یہی دن تھے جب ہم نے افغان مجاہد رہبروں کو پشاور میں جمع کیا۔ ایک فارمولا بنایا اور ایک عبوری حکومت تشکیل دی۔ جب مجاہدین کی حکومت تشکیل پا گئی اور وہ یہاں پر آگئے تو اس وقت کے آپ اگر اخبارات دیکھیں تو اقوام متحدہ نے بیان دیا تھا کہ اقوام متحدہ کے تمام اراکین نے جو فیصلہ کیا تھا وہ یہاں پر ناکام ہو گیا ہے۔ اور یہ پہلی ایسا ہوا کہ اقوام متحدہ کا پہلا متفقہ فیصلہ ناکام ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مجاہدین کی حکومت کابل میں قائم ہو گئی ہے تو اب انہوں نے ایک دوسرے پلان پر عمل شروع کیا۔ کہ کس طرح مجاہدین کو حکومت سے دور کریں۔ اور جہاد و مجاہدین کو دنیا میں بدنام کریں۔ یہ پلان اس طرح تھا کہ اقتدار پسند اور جاہ طلب افغان لیڈروں سے استفادہ کیا جائے۔ پھر انہوں نے اس طرح کے حالات پیدا کر دیئے کہ آپس میں جنگ چھڑ جائے۔ اور یہ جنگ اس وقت تک طول کھینچے جب تک ان کے پاس اسلحہ ختم نہیں ہو جاتا۔ جب یہ جنگ چلتی رہیگی تو اس سے افغان قوم مجاہدین سے بیزار ہو جائے گی۔ ان کی شہرت بھی خراب ہو گی۔ اور خود کمزور پڑ جائیں گے۔ اور جب یہ لوگ بے وسائل ہو جائیں گے تو مجبوراً کسی دوسرے کو قبول کریں گے۔ اس وقت ہمارے پاس بہت سے ایسے دستاویزی ثبوت موجود ہیں

امریکہ ہمیں آپس میں لڑا کر ہمارے اسلحہ کے ذخائر ختم کرنا چاہتا ہے۔

جنکا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کن ممالک نے کس طرح یہاں مداخلت کی۔ جب دوستم ایک قوت کے طور پر حکومت کے ساتھ چلا تھا اور اس نے حکومت کو تسلیم کر کے اطاعت کے وعدہ پر امان طلب کی تھی وہ کہتا تھا کہ میں حکومت کے ساتھ ہوں اور اس کے ماتحت ہوں پھر مد مقابل کو شکست ہونے لگی تو امریکہ نے دوستم کو حکم دیا کہ تم حکومت مخالف دھڑے کے ساتھ مل جاؤ۔ تاکہ جنگ ختم نہ ہو۔ اگر جنگ ختم ہو جاتی تو عملاً اس کی صورت نہ رہتی۔ باوجودیکہ جس وقت حکومت کے ساتھ تھا اس وقت بھی اور اس سے پہلے اور بعد میں بھی ہم اس کے مخالف رہے۔ اور ہم نے اس کے خلاف جنگ کی۔ جس وقت حکمت یار حکومت کے خلاف جنگ کر رہے تھے تو میں خود حکمت یار کے پاس گیا اور اسے کہا کہ حکومت کسی وقت نہیں چاہتی تھی کہ وہ دوستم ملیشیا از قبیل کی اور ملیشیا سے فائدہ اٹھائے۔ اور ان سے کام لے۔ تم صرف اتنا کرو کہ حکومت کے خلاف جنگ نہ کرو۔ اپنے کمیونسٹوں کو ہمارے حوالے کرو ہم ان کو اپنے پہلو سے نکال ختم کرتے ہیں۔ حکمت یار کہتا تھا کہ میرے پاس دو دلیلیں اور وجہیں ہیں جن کی بنا پر میں جنگ کرتا ہوں۔ ایک یہ کہ مجھے مجددی قبول نہیں حالانکہ وہ بے چارا دو ماہ کے لئے آیا تھا۔ دوسرا یہ کہ دوستم ملیشیا کابل میں ہے۔ اور جب تک وہ کابل میں ہے میں جنگ کروں گا۔ جب مجددی کے دو مہینے ختم ہو گئے تو میں حکمت

حکمت یار کے پشتیبان ایک وقت اس کو بھی ختم کر دیں گے۔

یار کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا آپ کے پاس دو وجہیں تھیں جنگ کی ایک دلیل یہ تھی کہ بش کو تو قبول لوں گا لیکن مجددی کو قبول نہیں کروں گا۔ یہ دلیل تو ختم ہو گئی کہ مجددی کی مدت پوری ہو گئی۔ اور دوسری دلیل اس طرح ختم ہو جاتی ہے۔ کہ میں نے استاذ ربانی، مولوی محمد نبی، مولوی یونس خالص سے بات کی ہے اور آپس میں موافقت کی ہے کہ ہم ملیشیا کو کابل سے نکال دیں گے۔ اب آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے آؤ کابل چلیں اور معاملات کو نمٹائیں۔ حکمت یار نے کہا کہ استاذ ربانی دوستم کو کبھی اپنے سے علیحدہ نہیں کرے گا۔ میں نے کہا کہ اگر استاذ ربانی نے دوستم کو علیحدہ نہ کیا اور اس کے خلاف جنگ نہ کی تو میں تمہارے ساتھ مل کے جنگ کروں گا۔ حکمت یار نے کہا کہ تم اس قول میں سچے ہو؟ میں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور کہا کہ اگر استاذ ربانی نے ایسا نہ کیا تو میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ میں صبح آیا اور احمد شاہ مسعود کو ریشخور لے گیا۔ دوسرے روز استاذ ربانی کو ریشخور لے گیا۔ میں نے حکمت یار سے کہا آؤ ادھر بیٹھ کر بات چیت کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ کو مجددی پسند نہیں تھا۔ مجددی جا رہا ہے۔ اور یہ استاذ ربانی آپ کے سامنے تیار ہیں اور کہتے ہیں کہ دوستم کافر ہے اس کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ جب اس نے دیکھا کہ جنگ کے لئے کوئی بہانہ نہیں رہ گیا اس نے اسی مجلس میں کہا کہ مجھے استاذ ربانی بھی قبول نہیں۔ اس سے پہلے اس کے پاس صرف دو بہانے تھے۔ پہلے کہتا تھا کہ مجددی کو قبول کرنے کی بجائے بش کو کیوں نہ قبول کر لوں۔ اور یہ کہ ملیشیا کیوں نہیں نکلتی۔ یہ وجہیں ختم ہوئیں تو کہا کہ اب مجھے استاد ربانی قبول نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ پشاور معاہدے کی رو سے جس پر آپ کے نمائندے نے دستخط کئے ہیں یہ چار مہینے کے لئے مؤثر ہے۔ میں نے جو بھی صورت اس کے سامنے پیش کی اس نے کوئی بھی قبول نہ کی۔

انہی دنوں جب حکمت یار یہ کہ رہے تھے کہ مجھے بش تو قبول ہے لیکن مجددی قبول نہیں مجددی صاحب کو پیغام بھیجا کہ تم بادشاہی کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور وہ تین آدمی اس وقت یہاں ہمارے پاس موجود ہیں۔ جو اس نے مجددی کے پاس بھیجے۔ اس طرح کا ایک پیغام پیر گیلانی کے پاس بھی بھیجا۔ یہ انہوں نے ابتداء سے کیا۔ مجددی صاحب اکڑ گئے معاہدہ پشاور میں نے خود لکھا تھا میں نے مجددی کو ریاست کی حکومت چھوڑنے کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے چھوڑ دی۔ میں پھر حکمت یار کے پاس گیا اور کہا کہ مجددی گیا، ربانی آ گیا، آؤ مل کر دوستم کو نکالیں۔ میں نے ربانی اور حکمت کو ایک جگہ بٹھایا۔ کمیونسٹ صلح کی ان کوششوں سے پریشان ہو گئے۔ حزب وحدت کے شیعہ اور کمیونسٹ بھی پریشان ہوئے۔ یہ لوگ بیس ماہ میرے خلاف لڑتے رہے صرف صلح کی کوشش کے جرم میں میرے دو ہزار ساتھی راہ صلح میں شہید ہوئے۔ اس سے تجربہ ہوا کہ حکمت یار کی جاہ طلبی سے بیگانوں نے فائدہ اٹھایا اسکو قوت دی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر خدانخواستہ مسلمانانِ افغانستان کا اسلحہ ختم ہو گیا تو اس وقت تک بیرونی طاقتیں حکمت یار کا ساتھ دیں گی پھر اسے بھی ختم کر دیں گی وہ اب بھی جس وقت چاہیں حکمت یار کو ختم کر سکتے ہیں وہ دراصل حکمت یار کے ذریعے اسلامی قوانین اور امن کو ختم کر رہے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ حکمت

یار کی حکومت نیو ورلڈ آرڈ کے لئے نقصان دہ نہیں ہو گی۔ جبکہ موجودہ افغان حکومت کو وہ نیو ورلڈ آرڈ کے لئے نقصان دہ سمجھتے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ ان تمام مشکلات کے باوجود اسلامی حکومت قائم رہے گی۔

سوال۔ پاکستان کی موجودہ افغان پالیسی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب۔ میں پاکستان کی افغان پالیسی کے متعلق فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ شخصی معاملہ کی نسبت پاکستان میں میری جماعت کے دفاتر بند کر دیئے گئے ہیں۔ پاکستان میں افغانیوں کے لئے میرے تعلیمی مدارس وہاں کے بعض اداروں کی ایما پر بند ہو چکے ہیں۔ اسی طرح کوئٹہ میں میرے دفتروں اور موٹروں پر حملہ کیا گیا ہے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود پاکستان اور پاکستانی عوام میرے بھائی ہیں۔ پاکستان میرا محسن ہے میں پاکستان کے خلاف کچھ نہیں بولوں گا۔ میرے خلاف جو کچھ ہو رہا ہے اس کے نتائج کی ذمہ دار حکومت پاکستان خود ہو گی۔

سوال۔ پاکستان میں ہمیں یہاں کے متعلق صحیح خبر نہیں مل پاتی جس کی وجہ سے پاکستانی عوام صحیح صورتحال سے بے خبر رہتے ہیں۔ آپ اس کے سدِ باب کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں؟

جواب۔ یہ کمی ہمارے اندر یقیناً بہت زیادہ ہے کہ ہم نے صحیح پراپیگنڈہ پر توجہ نہیں دی ہم جہاد میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ہمیں یہاں مختلف لڑائیوں میں الجھا دیا گیا ہے۔ اور ہمیں اس طرف توجہ کا موقع نہیں ملا۔ غیر ملکی

ان شاء اللہ ہم افغانستان میں مکمل امن قائم کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

پریس نے حکمت یار کو اس طرح پیش کیا ہے جیسے صرف وہی قابل قبول حکومت بنانے کا اہل ہے۔ بی بی سی اور وائس آف امریکہ ہم سے بھی انٹرویو لیتے ہیں اور اسے اپنے مزاج کے مطابق نشر کرتے ہیں۔ اصل بات کو چھپا جاتے ہیں۔ اور تمام دنیا کے اخبارات ہمارے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے ہیں۔ جبکہ کابل ریڈیو اتنا طاقتور نہیں کہ یہاں سے باہر سنا جا سکے اور نہ ہی ہمارے حالات ایسے سازگار ہیں کہ فوری طور پر اس کے متعلق پیش رفت کر سکیں۔ لیکن آپ یقین رکھیں کہ ہم اس معاملہ پر اب بھرپور توجہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔

سوال۔ گذشتہ چند دنوں سے ایسی خبریں گردش کر رہی ہیں کہ افغانستان کے بھارت سے روابط بڑھ رہے ہیں۔ اور افغانستان کے طیارے بھارت جا رہے ہیں؟ اور یہ کہ بھارت افغانستان کی اسلحی امداد کر رہا ہے؟

جواب۔ جہاں تک اسلحہ کی بات ہے تو یہ دور سے بھی پہچانا جا سکتا ہے کہ کہاں کا ہے۔ اور بڑا اسلحہ جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے وہ سب رشیا سے چھینا ہوا ہے اور ممکن ہے ہمارے پاس اتنا اسلحہ موجود ہو کہ اس قدر انڈیا کے پاس بھی نہ ہو۔ پھر انڈیا کا اسلحہ افغانستان میں کس راستے سے آ سکتا ہے؟ اتنی بات ہی سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ افغانستان اور بھارت کے درمیان کسی قسم کا معاہدہ ہوا ہو یہ بالکل غلط ہے۔ میں اس کی مکمل تردید اور مذمت کرتا ہوں۔

سوال۔ پاکستان میں یہ پراپیگنڈہ عام ہے کہ افغانستان نے پاکستان میں تخریب کاری کے لئے متعدد مراکز قائم کر رکھے ہیں۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

جواب۔ میں نے کافی عرصہ پاکستان میں گذارا ہے۔ اس دوران بعض ایسے معاملات بھی پیش آئے ہیں جن میں

ہمارے پاکستان گورنمنٹ سے اختلاف رونما ہوئے ہیں۔ جنیوا معاہدہ کے سلسلہ میں۔ اور بیننی سوان کے حوالہ سے۔ آپ بارہ سالہ تاریخ جہاد ہی اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں ہم نے ایک مرتبہ بھی پاکستان کے خلاف کوئی بیان نہیں دیا۔ اور یہ ہمارا اصول زندگی ہے کہ اب تک کسی مسلمان کے خلاف نہ کارروائی کی ہے اور نہ آئندہ کیلئے اس قسم کی سوچ ہے ہم صرف دشمنان اسلام کے خلاف کام کریں گے پاکستان کے خلاف کام کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ظاہر شاہ کی حکومت جو پاکستان کی مخالف تھی اس دور میں میں نے پاکستان کی حمایت میں بیان دیا تھا کہ پاکستان ہمارا برادر اسلامی ملک ہے اور یہ حکومت روسیوں کی ایجنٹ ہے۔ پاکستان ہمارا دار ہجرت ہے۔ ہماری مروت، ہمارا عقیدہ و فکر، اور ہمارا اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم پاکستان کے خلاف سوچیں۔

سوال۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ جمہوریت دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے خلاف ایک بہت بڑا فریب اور سازش ہے۔ اور کیا اسی وجہ سے تمام کفار و مشرکین یورپ جمہوری انتخابات اور جمہوریت کی بحالی کی بات کر رہے ہیں؟ نیز یہ کہ آپ آئندہ نظم مملکت جمہوری اصولوں پر استوار کریں گے۔ یا اسلام کے شورائی نظام پر؟

جواب۔ نظام اسلامی نہ جمہوری ہے اور نہ شاہی ہے۔ نظام اسلامی خلافت ہے اسلام ایک علیحدہ دین ہے اور جمہوریت ایک علیحدہ نظام ہے۔ نظام جمہوریت کا فرانہ ہے۔ ہمارا اس سے کچھ تعلق نہیں۔ باقی رہا سوال نظم مملکت کا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری شوریٰ ہو گی جس میں علما و مشائخ، کمانڈر آف جہاد، اور مختلف علاقوں سے اچھی اور دینی شہرت کے حامل صالح افراد اور ٹیکنو کریٹس شامل ہوں گے۔ اسی مجلس شوریٰ کو عزل و نصب امیر کا اختیار ہو گا۔ میں آخر میں ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ اصل حالات کی تحقیق کیلئے پاکستان سے ہمارے ہاں تشریف لائے۔

بقیہ از صـ ۳۸

- بھارت کا وزیر اعظم ماسکو جاتا ہے۔ اور ہماری وزیر اعظم آئرلینڈ (بیگم نسیم ولی خان)

ہر چیز اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے۔

- پیپلز پارٹی نے یوم سیاہ ائیر کنڈیشنڈ ہوٹلوں میں منایا۔ (ایک خبر)

کیلے کی پھلیاں اور مونگ پھلیاں وہیں ملتی ہیں۔

- میں بھائی بہن (مرتضیٰ، بے نظیر) میں صلح کرانے کو تیار ہوں (عبد القادر آزاد)

واہ چاچا خوامخواہ

- حامد ناصر چٹھہ کو ۱۴ اگست کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ (ایک خبر)

سردار آصف کو تحفظ دارو کمیٹی اور نصر اللہ خان کو تحفظ حقوق جاگیرداران کمیٹی کا چیئرمین بنا دیا جائے۔

- حکومت رہے نہ رہے، اسمبلی کو اپنی مدت پوری کرنی چاہیے (فضل الرحمٰن)

پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے۔

جناب مجیب الرحمن شامی

نقطۂ نظر

انکم ٹیکس سب سے لیا جائے

پاکستان کے ممتاز معاشی اور سماجی مفکر جناب محمود مرزا ایڈووکیٹ نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں جو روز نامہ "جنگ" اور "نوائے وقت" میں شائع ہوا ہے' موجودہ بجٹ اور بجٹ سازوں کے جاگیردارانہ چہرے کو بے نقاب کیا ہے۔ ۹۵ ۔ ۱۹۹۴ء کے بجٹ کے ذریعے قومی اسمبلی نے پینتالیس ارب روپے کے نئے ٹیکس قوم پر عائد کیے ہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں ایک سال میں اتنے بھاری ٹیکس کبھی نہیں لگائے گئے۔ ۹۲ ۔ ۱۹۹۱ء میں اٹھارہ ارب' ۹۳ ۔ ۱۹۹۲ء میں ۱۹ ارب اور ۹۴ ۔ ۱۹۹۳ء میں بائیس ارب روپے کے نئے ٹیکس لگائے گئے تھے۔ موجودہ حکومت کیونکہ آئی ایم ایف کے ساتھ اس عہد کے شکنجے میں تھی کہ بجٹ کا خسارہ بہرحال کم کیا جانا ہے' اس لیے اسے وسائل میں اضافے کے لیے ٹیکسوں کے بوجھ میں اضافہ کرنا پڑا۔ لیکن ستم یہ ہے کہ جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا گیا --- ڈالا گیا ہے تو وہ اونٹ کی پیٹھ پر تنکے کے مترادف ہے۔

یہ کس قدر تلخ حقیقت ہے کہ جاگیردار اور زمیندار جو اس وقت ریاستی ڈھانچے پر قابض ہیں' قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ان کی بڑی تعداد موجود ہے' برسراقتدار جماعتوں کے اندر ان کو فیصلہ کن اکثریت حاصل ہے' اور صدر اور وزیراعظم دونوں انہی سے تعلق رکھتے ہیں' پاکستان کے ریاستی ڈھانچے کا بوجھ اٹھانے میں کوئی حصہ ادا کرنے پر تیار نہیں ہیں۔ ٹیکسوں کا ہتھوڑا کبھی یا تلوار کبھی جو کچھ بھی ہے تنخواہ دار' تجارتی اور صنعتی طبقے کے لیے ہے۔ ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے تو حکومتی اہل کاروں کو وسیع اختیارات بھی دیے جاتے ہیں' گرفتاریوں کی دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں' لیکن جاگیردار اور زمیندار اپنی جیب کی طرف کسی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھنے دیتے۔ یہ اپنی آمدنی میں سے کوئی ٹیکس دینے پر تیار نہیں ہیں' اور دوسروں کی آمدنوں میں سے وصول ہونے والے ٹیکس کو خرچ کرنے کا اختیار اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے ہیں۔

پاکستان کا موجودہ دستور جاگیردار "عوامیوں" کا بنایا ہوا ہے' اس لیے انہوں نے خود کو انکم ٹیکس سے محفوظ رکھنے کے لیے دستوری تحفظ کا اہتمام بھی کر رکھا ہے۔ مرکزی حکومت کو ان کی آمدنی پر ٹیکس لگانے کا اختیار نہیں۔ صوبائی حکومتیں ایسا کر سکتی ہیں لیکن ان کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھی اسی طبقے کی آلۂ کار ہیں۔

موجودہ حکومت نے جاگیرداروں اور بڑے زمینداروں پر دولت ٹیکس نافذ کرنے کا پروپیگنڈہ کیا ہے۔ تاثر یہ دیا جارہا ہے کہ ان حضرات پر کوئی بڑا بوجھ لاد دیا گیا ہے' جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑا مذاق کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ ۱۹۷۷ء کی زرعی اصلاحات کے مطابق اس وقت پاکستان میں زرعی ملکیت کی زیادہ سے زیادہ حد ۸ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ ہے۔ بہت سے مقامات پر عملاً" صورت حال مختلف ہے' کئی بااثر افراد نے طرح طرح کے "حیلوں' بہانوں' طاقت اور رسوخ کی وجہ سے آٹھ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ سے کہیں زیادہ اراضی پر قبضہ جما رکھا ہے۔ ان کے اس غاصبانہ قبضے کے خلاف کسی کاروائی کی کسی کو ہمت ہے' نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت ---- اس دھاندلی سے قطع نظر صورت یہ ہے کہ بڑے سے بڑا جاگیردار قانونی طور پر

آٹھ ہزار پروڈیوس انڈکس یونٹ ہی کا مالک سمجھا جاتا (یا قرار پاتا) ہے۔ دولت ٹیکس کے مقاصد کے لیے ایک یونٹ کی قیمت ۲۰۰ روپے مقرر کی گئی ہے، یعنی ۸ ہزار کی ۱۶ لاکھ روپے۔ اس سولہ لاکھ روپے میں اسے دس لاکھ روپے پر ٹیکس کی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یہ چھوٹ شہری املاک پر بھی دی جاتی ہے لیکن جناب جاگیردار کو ان کی شہری املاک پر چھوٹ ملنے کے بعد زرعی املاک پر دوبارہ چھوٹ ملے گی۔ یعنی دس لاکھ روپے وہاں سے اور دس لاکھ روپے یہاں سے --- اس طرح صنعتی یا غیر زرعی شعبے کے مقابلے میں ان کو دو گنا چھوٹ حاصل ہو جائے گی۔ ۱۶ لاکھ میں سے دس لاکھ کی معافی کے بعد جو چھ لاکھ بچیں گے، ان میں سے پانچ لاکھ پر دولت ٹیکس کی شرح ایک فیصد اور اس کے بعد آدھ فی صد ہے۔ گویا اسے کل ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ ٹیکس ادا کرنا پڑے گا۔ یہ وہ دولت ٹیکس ہے جو بڑے سے بڑا جاگیردار یا زمیندار ادا کرے گا۔

زمین کے علاوہ دوسری زرعی املاک مثلاً گاؤں کے مکان، ٹریکٹر، کھڑی فصل اور اشجار کو بھی زرعی دولت ٹیکس کے دائرے میں شامل کیا گیا ہے لیکن دولت ٹیکس افسروں کو اس معاملے میں کسی چھان بین یا تحقیق کی اجازت نہیں ہے۔ ان کے دائرہ اختیار سے ہر چیز باہر ہے، "زرعی افراد" کے معاملات کی تصدیق کا اختیار صرف اور صرف ان کے علاقے کے ریونیو افسر کے پاس ہوگا۔ ان "ٹیکس خوروں" کا یہ چلن دیکھیے کہ اپنے معاملات میں تو انکم ٹیکس افسر اور دولت ٹیکس افسر کو جھانکنے کی اجازت دینے پر تیار نہیں ہیں لیکن صنعتی اور تجارتی پیشوں سے منسلک افراد کو گرفتار کرنے کا حق بھی سرکاری اہل کاروں کو عطا فرمانے کی کوشش بھی کر گزرے۔

ایوان ہائے صنعت و تجارت نے بجٹ کی ٹیکس تجاویز کے خلاف بڑا احتجاج کیا، اور حکومت کو کئی معاملات میں پسپائی پر مجبور کیا لیکن اب وقت آگیا ہے کہ یہ موقف اختیار کیا جائے کہ ملک کے تمام شہریوں کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے، اور ان سے یکساں ٹیکس وصول کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے دستور میں ترمیم ہونی چاہیے، اور وفاقی حکومت کا دائرہ اختیار بڑھ جانا چاہیے۔ یہ درست ہے کہ صنعتی اور تجارتی شعبے سے بھی پورا ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا اور بدعنوان انتظامیہ ملی بھگت سے اپنی جیبیں بھرتی اور قومی خزانے کو اس کے حق سے محروم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن اس وقت زیر بحث نکتہ یہ نہیں ہے --- سو اصل بات یہ ہے کہ زرعی آمدنی پر بھی اسی طرح ٹیکس لگایا جائے، جس طرح غیر زرعی آمدنی پر نافذ ہے۔

تنخواہ دار افراد کو چالیس ہزار روپے کی آمدنی پر ٹیکس ادا نہیں کرنا پڑتا، صنعتی اور تجارتی افراد کو بھی اس کے لگ بھگ استثنیٰ حاصل ہے --- اس حد کا دائرہ زرعی کاروبار کرنے والوں کے لیے بھی بڑھایا جاسکتا ہے۔ معاملات کو آسان بنانے کے لئے پچیس سے پچاس ایکڑ تک اراضی کے مالکان کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ تمام افراد اسی شرح سے انکم ٹیکس ادا کریں جس شرح سے دوسرے شہری ادا کرتے ہیں۔

پاکستان کے اندر "زرعی برہمنوں" کی پرورش بہت ہو چکی، اب ان کو عام انسانی سطح پر کھڑا کرنے کی ضرورت ہے۔ پہلے تو پوری قوم کا مطالبہ یہ ہونا چاہیے کہ زرعی اصلاحات کو پوری شدت اور قوت کے ساتھ نافذ کیا جائے۔ جن افراد نے غیر قانونی طور پر اپنے حصے سے زائد زمین پر غاصبانہ قبضہ برقرار رکھا ہوا ہے ان سے اسے واگزار کرایا جائے --- اس کے ساتھ یہ نعرہ بھی لگایا جائے کہ انکم ٹیکس وہ سب لوگ دیں، اور یکساں شرح سے دیں جن کی انکم موجود ہے۔ ایوان ہائے صنعت و تجارت اور تنخواہ دار طبقوں کو ٹیکس کا تمام تر بوجھ اپنے اوپر لادنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے --- ان کو واضح کر دینا چاہیے کہ انکم ٹیکس --- سب دیں گے تو ہم دیں گے۔

دین و دانش

پروفیسر سید محمد شمس الدین

فن روایت اور درایت

علم حدیث میں روایت اور درایت دونوں اپنی جگہ مسلم الثبوت ہیں۔ ہر روایت کے دو حصے ہوتے ہیں ایک کو سند CHAN OF TRANSMITER اور دوسرے کو متن TEXT کہتے ہیں۔
دونوں کو جانچنے کے لئے مختلف علوم و فنون وضع کئے گئے۔ سند اور متن دونوں کے بارے میں مسلمان نے جس تحقیق کا ثبوت دیا اس کا تذکرہ یوں ہے۔

اصول روایت اور فن اسماء الرجال:۔

فن روایت کے سلسلے میں محققین نے اس بات کے جاننے کا پورا اہتمام کیا کہ جو احادیث و آثار دستیاب ہوتے ہیں وہ کن افراد کی وساطت سے پہنچے ہیں۔ پھر یہ کہ اس روایت حدیث کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا ہے یا نہیں؟ درمیان میں کوئی کڑی گم شدہ تو نہیں۔ ایک ایک روایت کتنے واسطوں سے جامع کتاب کو پہنچی ہے۔ ان واسطوں میں کون کون واسطے قابل اعتبار ہیں! حدیث کے ان راویوں کے درمیان کہیں ملاقات ہوئی ہے یا نہیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے اس حدیث کی سماعت کی ہے یا نہیں! (۱)
اس کے علاوہ ان راویوں کے بارے میں یہ بات تحقیق کی حد تک پہنچا دی گئی ہے کہ وہ صاحب کردار تھے یا نہیں! بہترین قوت حافظہ کے مالک تھے یا نہیں۔ ثقہ تھے یا نہیں! ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک تھے یا نہیں! یہ سب کچھ جاننے کی ضرورت اس لئے تھی کہ آپ ﷺ کے حکم کی اطاعت در حقیقت اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت تھی۔
اس بات میں بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ ﷺ کی طرف کسی قول کو منسوب کرنے والے شخص کے کردار اور حافظے کو کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ راویوں کے حالات، روز مرہ کا معمول، انکی ذاتی زندگی اور کردار کی تفصیلات کو جاننے کی ضرورت محسوس کی گئی اور اس طرح اسماء الرجال کا فن معرض وجود میں آیا۔
اس فن کے ماہرین نے بے شمار تکالیف برداشت کیں۔ دور دراز کے سفر اختیار کئے اور بغیر کسی رو رعایت کے تمام راویوں کے عیب و ہنر اور زندگی کے تمام پہلو آشکارا کئے۔ ان کی ذاتی زندگی، انکے حافظے، انکے تعلقات اور ان کا قابل اعتماد ہونا یا نہ ہونا یہ سب کچھ انہوں نے جاننے کی کوشش کی اور اس طرح فن اسماء

الرجال پر بہت ساری کتابیں لکھی گئیں جنکی بنیاد پر روایات، احادیث کی صحت اور درستی کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ ان کتب میں مشہور یہ ہیں۔

۱۔ تہذیب التہذیب ۲۔ تقریب التہذیب ۳۔ میزان الاعتدال ۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۵۔ الاصابہ ۶۔ کتاب ابن سعد ۷۔ کتاب العلل للترمذی ۸۔ امام بخاری کی تواریخ

مولانا شبلی نعمانی اپنی شہرہ آفاق تصنیف سیرۃ النبی ﷺ کی پہلی جلد کے مقدمہ میں جرمن زبان کے مشہور عربی دان ڈاکٹر سپرنگر (SPRINGER) کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:۔

"نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گذری ہے اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ اشخاص کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ (۲)

فن درایت:۔

احادیث کی تدوین کے سلسلے میں دوسری اہم بات فن درایت ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم کیا جائے کہ جو واقعہ اس میں بیان ہوا ہے وہ روایت بامعنٰی ہے یا روایت باللفظ، وہ واقعی کسی ایک راوی نے بیان کیا ہے یا متعدد راویوں نے۔ اس واقعہ کو انسانی عقل مانتی بھی ہے یا نہیں وہ واقعہ معقول بھی ہے یا نہیں۔

اصول درایت:۔

چنانچہ محدثین نے تدوین حدیث کے ساتھ فن درایت کے اصول بھی مرتب کئے ان کے خیال میں حسب ذیل صورتوں میں روایت ناقابل اعتبار ہو گی۔

۱۔ روایت عقل کے خلاف ہو اور اس کی تاویل ممکن نہ ہو۔

۲۔ روایت مسلمہ اصولوں کے خلاف ہو۔

۳۔ روایت محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۴۔ روایت قرآن پاک، یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو اور اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

۵۔ روایت میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔

۶۔ روایت میں معمولی کام پر بڑے اجر کا وعدہ ہو۔

۷۔ روایت رکیک المعنی ہو۔

۸۔ روایت کسی ایسے شخص سے ہو جس سے کسی اور نے روایت نہ کی ہو اور نہ یہ راوی اس شخص سے ملا ہو۔

۹۔ روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونا ضروری ہو۔ اس کے باوجود ایک راوی کے سوا کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو۔

۱۰۔ جس روایت میں کوئی اہم واقعہ بیان ہوا ہو۔ اگر وہ واقعہ معرض وجود میں آتا تو لوگوں کی کثیر جماعت / تعداد اسے بیان کرتی۔ اس کے باوجود صرف ایک راوی نے اس کی روایت کی ہو۔ (۴)

اسناد کے لحاظ سے احادیث کی تقسیم:۔

محدثین کرام نے احادیث کو سند کے لحاظ سے مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے تا کہ کسی بھی درجے کی حدیث میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

۱۔ حدیث صحیح۔ ۲۔ حدیث حسن۔ ۳۔ حدیث مرفوع۔ ۴۔ حدیث متصل ۵۔ حدیث مسند ۶۔ حدیث مشہور ۷۔ حدیث ضعیف ۸۔ حدیث موقوف ۹۔ حدیث منقطع ۱۰۔ حدیث معضل ۱۱۔ حدیث غریب ۱۲۔ حدیث فرد ۱۳۔ حدیث عزیز ۱۴۔ حدیث متواتر ۱۵۔ حدیث منکر ۱۶۔ حدیث شاذ ۱۷۔ حدیث معلق ۱۸۔ حدیث مدلس ۱۹۔ حدیث معلل ۲۰۔ حدیث مدرج ۲۱۔ حدیث موضوع

محدثین نے احادیث کے مجموعوں کو بھی مختلف نام دئے جو انکی صحت وسقم اور اعلیٰ وادنیٰ کے فرق مراتب کو واضح کرتے ہیں۔

۱۔ خبر یا مفرد ۲۔ سند ۳۔ معجم ۴۔ سنن ۵۔ جامع ۶۔ مستدرک ۷۔ مستخرج ۸۔ رسالہ ۹۔ اربعین

(تفصیل کے لئے ابن حجر کی کتاب نخبۃ الفکر ملاحظہ ہو)

محققین موضوعات/روایت/درایت:۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے رسالہ "تحقیق" کے پہلے شمارے میں اسکے متعلق طویل گفتگو کی ہے اس کی تلخیص یوں ہے۔

"ان اصولوں کو ملا علی قاری نے عمدہ طور پر منتبق کیا ہے۔ چنانچہ خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کرنے کی روایت کو انہوں نے بڑے عمدہ طریقہ اور قوت استدلال سے غلط ثابت کیا ہے۔ (اس کی تفصیل دوسرے سوال کے جواب میں ملاحظہ ہو)

حدیث کے حوالے سے تحقیق کے فن کو ترقی دینے والوں میں "حاکم نشاپوری" ایک بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے محقق، محدث ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "معرفہ علوم الحدیث میں حدیث کی تحقیق کو۔ وسعت دی کہ شاید و باید۔ انہوں نے احادیث کو ۵۰ قسموں پر منقسم کیا۔ اس طرح ہر قسم ایک اصول تحقیق پر مبنی ہے۔ وہ اس اصول تحقیق کی تشریح بھی کرتے جاتے ہیں۔ اور مثالیں دے دے کر کئی مختلف صورتوں میں اسے منطبق کرتے جاتے ہیں۔ یہ اصول آج بھی بیانات کو حقائق سے ممیز کرنے میں کار آمد ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حاکم کا پہلا اصول اسناد کی آخری کڑی کی واقفیت حاصل کرنے سے متعلق ہے۔ اس کے تحت کسی اسناد کی

دوران مباحث سوال اٹھائے جانا، اور ان کا حل تلاش کرنا، یا دوسرے لفظوں میں اپنے چھوٹے چھوٹے ہدف بنا کر اپنی معلومات کو زیادہ نتیجہ خیز بنانا اس کا طریقہ ہے۔ وہ تاریخیت کا لحاظ کرتا ہے۔

متعدد مباحث میں تمام قابل تنقیح مواد کا احاطہ کرتا ہے۔

مصنف کی لکھی ہوئی تحریر سے استناد کرتا ہے۔ (ص، ۱۱، ۲۷)

اپنی دیکھی ہوئی دستاویزات کی صراحت کرتا ہے۔ (ص، ۱۴، ۱۵)

نتائج اخذ کر کے پیش کرتا جاتا ہے۔

بنیادی، آخذ کی اہمیت سے واقف ہے۔ (ص، ۲۹)

تقابل اور تحقیق متن کی طرف بھی پوری طرح متوجہ ہے۔ (ص، ۲۹)

اور کیوں نہ ہو کہ وہ خود "وراق" ہے۔ وہ اختلاف متن کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ناقلین کی کمزوریوں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ خود کو بھی نہیں بخشتا۔

چنانچہ ایک اختلافی بحث کا خاتمہ وہ اس جملے پر کرتا ہے کہ ہم نے ان کا یہ قول بغیر دیکھے ہی نقل کر دیا ہے۔ (ص، ۲۹)

بہر کیف یہ ایک کمزوری ہے جس کا وہ خود معترف ہے۔ گو کہ اس اعتراف میں بھی ایک احتیاط ہے۔ اور بھی کئی صورتیں الفہرست میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

ابن ندیم کہیں کہیں مجہول روایت اور رائے بھی نقل کرتا ہے۔ مگر اس صورت میں مثلاً، دو معروف آراء یا روایات دیں تو ان کی تائید مزید میں ایک بے نام یا مجہول راوی کی روایت یا رائے بھی کہیں وہ اپنی نارسائی کا صاف اعتراف کر لیتا ہے۔ کہ فلاں بات معلوم نہ ہو سکی۔ یہ قابل تحقیق بات ہے۔ یہ اعتراف خود اس کے اعلیٰ ذوق تحقیق پر دال ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ابن ندیم قدیمہ نوشتہ جات اور نادر الوجود تحریروں میں خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ سماع کتاب، استدراک متون میں خطاء تحریف کی نشاندہی کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ (ص ۱۱۴) اس کا ایک محتاط انداز ہے۔ جو قدیم انداز تحقیق کی بہتر نمائندگی کرتا ہے۔

چنانچہ ایک خاص گروہ کے بارے میں یوں اظہار رائے کرتا ہے۔ کہ اس کے قائدین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے لیکن وہ سب اصحاب تصنیف نہیں ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ ہم ایک شخص کے بارے میں یہ سمجھتے ہوں کہ وہ صاحب تصنیف نہ ہو مگر وہ حقیقتاً صاحب تصنیف ہو اور اس کی تصنیف ہم تک نہ پہنچی ہو۔ کیونکہ ان کی کتابیں مخفی اور محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ (ص ۴۴۰)

اسی طرح ایک اور گروہ کے بارے میں معلومات پیش کرتے ہوئے وہ اپنے، آخذ کا حوالہ دے کر صاف لکھ دیتا ہے کہ اس سلسلے میں صدق اور کذب کی ذمہ داریوں سے بری ہوں۔ (ص، ۴۴۹)

پوری کڑیاں معلوم کرنا سنت صحیح سے ثابت ہے اور یہ کہ انسان کو اسناد کی اوپر کی کڑی معلوم کرنے کی اور نیچے کی کڑی پر اکتفانہ کرنے کی اجازت ہے۔ اگرچہ اس نے ثقہ آدمی سے سنا ہو۔
اس کی دلیل صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اور یہ کہ سند کے عالی ہونے کا مفہوم محض کڑیاں گننا بھی نہیں اس کی شناخت عقل و فہم سے ہوتی ہے۔ حاکم کی ان تصریحات سے اولین ماخذ کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ ثانوی ماخذ کے مقابلے میں اولین ماخذ کی تلاش و تحقیق دستاویزی تحقیق کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ اور اسکی بہترین صورت علوم حدیث ہی میں ملتی ہے۔ حاکم کا تیسرا اصول محدث کے بارے میں یہ معلومات حاصل کرنا ہے کہ اسانید کے متعلق اس کا صدق، اتقان، تحقیق و تنقیص، اصول کی صحت، عمر، وفات پھر غفلت (جھول) اپنا یا اپنے علم اور اصول کے استخفاف وغیرہ کا کیا حال ہے؟
یہ ایک عمدہ اصول تحقیق ہے جس کا لحاظ کر کے ہم اپنے مؤرخوں، ادبی مؤرخوں، تذکرہ نویسوں اور وقائع نگاروں کے بیانات کے بارے میں بہتر داد تحقیق دے سکتے ہیں حاکم نے اپنے ساتویں اصول میں صحابہ کو ان کے درجات کے مطابق پہچاننے پر زور دیا ہے۔ ادبی تحقیق میں یہی اصول درجہ بہ درجہ شعراء و مصنفین کی پہچان پر صادق آئے گا۔ اسی طرح حاکم نے جرح و تعدیل، صحیح و سقیم کی پہچان، احادیث اخذ نکات، ناسخ و منسوخ، غریب الفاظ، غریب المتن، غریب السند، حدیثوں کی تحقیق، تدلیس اور مدلسین جنکی وہ ٦ (چھ) صورتیں سامنے لاتے ہیں۔ پھر تعلیل، شاذ روایات، صحت و سقم میں برابری رکھنے والی متناقض یا متعارض روایتیں تعارض نہ رکھنے والی روایتیں، روایت میں زائد الفاظ کی پہچان، محدثین کے مختلف مسلکوں کا علم مذاکرہ جس کے ذریعے سچے اور جھوٹے کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ متن میں تصحیفات یا ردو بدل، اسانید میں تصحیفات یاردو بدل، راویوں کے اخوان اور قبائل سے واقفیت، انساب کا علم، ناموں کی تحقیق، کنیتوں سے واقفیت، راویوں کے شہر و وطن کا علم، انکے موالی یا اولاد موالی ہونے کی واقفیت عمریں (ولادت و وفات) القاب متشابہات، یعنی کتابت میں ملتے جلتے ناموں اور کنیتوں سے واقفیت وغیرہ وغیرہ کو لیا ہے۔ ان سب کے بارے میں وہ مثالوں کے ساتھ ساتھ اصول پیش کرتے ہیں۔ (۴)

فہرست الابن ندیم:۔

چوتھی صدی ہجری ہی میں ایک تیسری قابل ذکر تحقیق روایت رو بہ عمل آئی۔ یہ ابن ندیم کی الفہرست ہے۔ جو تحقیق کتابیات کا عظیم کارنامہ ہے۔ اس دور کے انداز تحقیق کو اس کتاب کی مدد سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ تحقیقی کتابیات آج بھی دستاویزی تحقیق کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے۔ جس کی طرف وقت کے بہترین فضلاء متوجہ رہے ہیں اور ہیں۔
ابن ندیم کی الفہرست ایک ضخیم کتاب ہے۔ اور اس کے موضوعات و مباحث کثیر اور متنوع ہیں۔ جن میں موقع بہ موقع اس نے تحقیق سے کام لے کر اپنی کتاب کو وقیع بنایا ہے۔

تحقیق کےلئے ایک بہتر اور شاندار کتاب خانے کا اس کا ایک تصور ہے۔ (۳۲۱)
کبھی وہ بر بنائے احتیاط فیصلہ صادر کرنے سے بھی گریز کرتا ہے۔ جبکہ پوری معلومات ہمدست نہ ہوں۔ (ص، ۳۱۹)
چھان بین اور درست پیش کش)PRESENTATION(کے معاملے میں بھی وہ خاصا آگے ہے۔
چنانچہ حسب موقع وہ صراحت کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ فلاں شخص کے بارے میں اور اس کی کتابوں کے بارے میں ہماری جو تحقیق ہے ہم اسے انشاء اللہ کتاب کے اصل مقام پر بیان کرینگے۔ (ص، ۳۲۱)
کتابوں میں جعل سازی کی نشاندہی کے بارے میں ابن ندیم خاصا مستعد ہے۔
وہ ایک خاص مسلک کا پیرو ہے۔ مگر کتابوں کی چھان بین میں ہم مسلکوں پر بھی بھر پور تنقید کرتا ہے۔ اوبے لاگ رائے کا اظہار کرتا ہے۔ (۲۳۹، ۳۴۲، ۵۱۹، ۵۲۷) وہ درایت اور تالیف میں مہارت اور حذاقت کی تحسین کرتا ہے۔
وہ مصنفوں کے کتب خانوں میں اصل ماخذ کو تلاش کرنے کے قابل ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ میں نے خود صولی (ابوبکر) کے کتب خانے میں اس شخص کا وہ مجموعہ دیکھا ہے کہ جس سے اس نے نقل کیا ہے اور جس کی وجہ سے یہ رسوا ہوا ہے۔ (ص ۲۴۸) (۵)

حوالہ جات

۱۔ آثار الحدیث ج، ا ص، ۲۸۹
۲۔ مقدمہ سیرت النبی ﷺ ج، ا
۳۔ تحقیق ص، ۱۴۔ ۱۷
۴۔ تحقیق، شمارہ اول ص، ۱۴ تا ۱۷
۵۔ ایضاً ص ۱۷ تا ۲۰

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!
یاد رکھیے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!
ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،
فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ـــــــ؟

مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی

مقالۂ خصوصی

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے عقیدہ اور کیریکٹر کے آئینہ میں

بلاشبہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نسبت نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا لیکن یہ واقعہ کافی بعد میں پیش آیا تھا، اس دعوے سے پہلے ساری اُمت کی طرح مرزا صاحب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یعنی سب سے آخری نبی جانتے اور اپنے اس عقیدہ کا اعلان بھی کیا کرتے تھے، مثلاً قرآن شریف کی وہ آیت جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ارشاد فرمایا گیا ہے، درج کرنے کے بعد مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ:۔

"یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔"

ازالۂ اوہام حصہ دوم ص ۲۵۲
مطبوعہ بار پنجم ستمبر ۱۹۲۹ء

اور دوسری کتاب میں لکھا تھا کہ:۔

"چونکہ ہمارے سید و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدَّث[1] رکھے گئے ہیں۔"

(شہادۃ القرآن ص ۲۸)

بہر حال یہ تھا پہلے دور میں مرزا صاحب کا عقیدہ و اعلان حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے بارے میں۔

اور خود اپنی بابت اُس وقت ان کا اعلان یہ تھا کہ:۔

مَا كَانَ لِي أَنْ أَدَّعِيَ النُّبُوَّةَ وَأَخْرُجَ   میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ نبوت کا دعویٰ

---

[1] نوٹ: شریعت میں محدَّث ان کو کہا گیا ہے جو نبی تو نہیں ہوتے لیکن ان کو بکثرت الہام ہوا کرتے ہیں۔

مِنَ الإِسلامِ وَأُلحَقَ بِقَومٍ کافرین۔ کروں اور اسلام سے نکل کر کافروں میں

(حمامۃ البشریٰ ص۷۹) شامل ہو جاؤں۔

کون کہہ سکتا تھا کہ یہی مرزا صاحب جو آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی آخرالزماں ہونے کے اعلان پر اعلان کر رہے ہیں اور اپنے متعلق کہہ رہے ہیں کہ میرے لئے نبوت کا دعویٰ ممکن نہیں کیونکہ میں نبوت کا دعویٰ کروں گا تو کافر ہو جاؤں گا یہی آئندہ چل کر اپنی نسبت نبی اور رسول ہونے کا اعلان کر دیں گے، لیکن کچھ زیادہ مدّت نہ گذری تھی کہ مرزا صاحب اپنے تمام قول و قرار کو پوری طرح فراموش کر کے میدان میں اتر پڑے یعنی انھوں نے اپنی بابت نبی اور رسول ہونے کے اعلان پر اعلان کرنا شروع کر دیئے، اب وہ کہہ رہے تھے کہ :۔

۱۔ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء ص۱۱)

نیز مرزا جی کے لڑکے بشیر الدین محمود احمد نے اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" میں مرزا صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :۔

۲۔ "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۲۱۳)

۳۔ اور ایک اشتہار پر انگریزی کے ان الفاظ میں مرزا صاحب نے دستخط کئے

THE PROPHET MIRZA GHULAM AHMAD.

"یعنی النبی مرزا غلام احمد۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۲۰۹)

مرزا صاحب نے پہلے خود کہا تھا کہ "میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ نبوت کا دعویٰ کروں اور اسلام سے نکل کر کافروں میں شامل ہو جاؤں"، مگر افسوس کہ بعد میں انھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہ اِقرارِ خود وہ اسلام سے نکل کر کافروں میں شامل ہو گئے۔

نبی بننے کی عجیب اور انوکھی تدبیر

وہ بالکل انوکھی اور نرالی تدبیر جو مسیح اور نبی بننے کی مرزا صاحب کو سوجھی تھی اسے خود مرزا صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں تحریر کیا ہے :۔

"خدا نے براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو آیتیں قرآن شریف کی پیشین گوئی کے طور پر حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب تھیں وہ سب آیتیں میری طرف منسوب کردیں" (براہین احمدیہ جلد ۵ ص۸۵)

ملاحظہ فرمایئے کتنی آسانی سے مرزا صاحب بیٹھے بٹھائے عیسیٰ اور نبی بن گئے، اس طرح کہ بقول مرزا صاحب وہ قرآنی آیات جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی پیشین گوئی فرمائی گئی تھی، اب وہ سب کی سب آیتیں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے میری طرف منسوب کردیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ، کجا منصب نبوت کی بلندیاں، اور کجا یہ واہیات اور جاہلانہ بکواس؟ کیا اس کی بھی علمی تردید کی ضرورت ہے؟؟

یہاں برسبیل تذکرہ اس طرف بھی اشارہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی اس جاہلانہ تحریر میں اس کا اقرار تو کرہی لیا کہ قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے، اور وہ بھی ایک آیت میں نہیں بلکہ بہت سی آیتوں میں" اب اگر خود مرزا صاحب اپنی دیگر تحریروں میں اور قادیانی فرقہ کے لوگ اپنی کتابوں اور رسالوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں دوبارہ دنیا میں اُن کے آنے کی خبر نہیں دی گئی ہے تو مرزا صاحب کا مذکورۂ بالا بیان ہی اُن کی تکذیب و تردید کے لئے بالکل کافی ہوگا ___ قادیانیت کا علمی مطالعہ کرنے والے حضرات اس کو ملحوظ رکھیں۔

ایک اور عجیب و غریب افتراء

مصنوعی نبوت کا کاروبار خالص جھوٹ ہی کے سہارے چلا کرتا ہے، چنانچہ مرزا غلام احمد کا بھی سب سے بڑا سہارا جھوٹ ہی تھا، وہ قرآن کی طرف عجیب و غریب انداز سے غلط سلط باتیں منسوب کیا کرتے تھے، یہاں اُن کے ایک نہایت مضحکہ خیز افتراء اور عبرتناک جھوٹ کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے، قرآن کا حوالہ دیتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا کہ :-

"انصاف اور عقل اور تقویٰ سے سوچو کہ وہ پیش گوئی جو سورۂ تحریم میں تھی

یعنی یہ کہ اس اُمت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور مریم سے عیسیٰ بنایا جائے گا۔"

(کشتیٔ نوح ص۴۶)

مطلب مرزا صاحب کا یہ تھا کہ ان کی نسبت سورۂ تحریم میں یہ پیشین گوئی کی گئی ہے کہ وہ ایک ایسے مرد ہوں گے جو پہلے مریم کہلائیں گے اور پھر بعد میں مریم سے عیسیٰ بنا دیئے جائیں گے، کسقدر شوقیانہ مضمون ہے جو مرزا جی نے قرآن شریف کی طرف منسوب کرکے بیان کیا ہے؟؟؟

یہاں وہ آیت نقل کی جاتی ہے جس کا حوالہ دیکر مرزا صاحب نے یہ مضحکہ خیز مضمون گڑھا تھا ارشاد فرمایا گیا ہے :-

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ	اور مریم بنت عمران جس نے اپنی عصمت
فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا	کی حفاظت کی پھر ہم نے پھونک دی
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا	اس میں اپنی طرف سے ایک جان اور
وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ ۝	اُس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی اور
(پارہ ۲۸ سورۂ تحریم آخری آیت)	اس کی کتابوں کی اور تھی وہ فرمانبرداروں میں۔

آیت اور اس کے ترجمہ کو ایک بار پھر پڑھ لیجیئے، آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس آیت میں نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام آیا ہے، نہ اس اُمت کا آیت میں کوئی ذکر ہے اور نہ اس میں کسی ایسے عجیب الخلقت آدمی ہی کا تذکرہ ہے جو مرد ہونے کے باوجود پہلے مریم کہلائے گا، اور پھر بعد میں مریم سے عیسیٰ بنا دیا جائے گا ـــــ بلکہ اس میں ذکر ہے اُن حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو حضرت عمران کی صاحبزادی تھیں۔ اور وہ بھی اس سیاق میں کہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کو اہلِ ایمان کے لئے مثالی شخصیتیں قرار دیا ہے۔ ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور دوسری عمران کی بیٹی مریم...... اب آپ خود فیصلہ کیجیئے مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ صاحب کے بارے میں جو فرماتے ہیں کہ اس آیت میں خود اُن کا تذکرہ ہے بایں طور کہ اس میں پیشین گوئی ہے کہ اِس اُمت میں ایک شخص ہوگا جو پہلے مریم کہلائے گا اور بعد میں عیسیٰ بنا دیا جائے گا جو وہ خود ہیں ـــــ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی قادیانیت کو

ایک سنجیدہ علمی مطالعہ کا موضوع جو لوگ سمجھتے ہیں مجھے ان کی فہم پر حیرت ہے۔

صرف نبوت نہیں بلکہ انبیاء سابقین پر برتری کا دعویٰ بھی

مرزا صاحب نے محض نبوت کا دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر انھوں نے انبیاء علیہم السلام پر اپنی برتری کی ڈینگیں بھی ہانکیں، اور ساتھ ہی انبیاء کرام کی توہین بھی کی، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی برتری جتاتے ہوئے انھوں نے لکھا:۔

"پس اس اُمت کا یوسف یعنی یہ عاجز، اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا، مگر یوسف ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔"

(براہین احمدیہ جلد ۵ ص۷۶)

ایک دوسری جگہ حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی برتری کی ڈینگ ہانکتے ہوئے مرزا صاحب نے لکھا:۔

"خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے، اور اُس نے اِس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔" (دافع البلاء ص۱۳)

آگے چل کر مزید لکھا ہے کہ:۔

"ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اُس سے بہتر غلام احمد ہے۔"

یہ الفاظ لکھ کر جو توہین اللہ کے رسول کی مرزا جی نے کی ہے، ہر مسلمان اس کی اَذیت اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

پھر اپنے اس شعر کی کوئی ایسی تاویل کرنے کے بجائے جس سے ظاہر ہوتا کہ مرزا واقعی حضرت مسیح علیہ السلام پر اپنی برتری نہیں جتا رہے ہیں بلکہ محض شاعری کی ترنگ میں یہ شعر کہہ گذرے ہیں، صاف لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ باتیں شاعرانہ نہیں واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رُو سے خدا کی تائید ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہوئی تو میں جھوٹا ہوں۔" (دافع البلاء ص۲۰ و ۲۱)

نیز انتہائی جھنجھلاہٹ اور چڑچڑے پن کے انداز میں مرزاجی نے لن ترانی ہانکی کہ:-

"جب کہ میں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا ہے' اور آنے والا مسیح میں ہوں، تو اسی صورت میں جو شخص پہلے مسیح کو افضل سمجھتا ہے اس کو نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ سے ثابت کرنا چاہیئے کہ آنے والا مسیح کچھ چیز نہیں، نہ نبی کہلا سکتا ہے' نہ حَکَم، جو کچھ ہے پہلا ہے"۔　(حقیقۃ الوحی ص۱۵۵)

ایک مومن کے نقطۂ نظر سے تو مرزا صاحب کے مندرجہ بالا بیانات ہی ان کو بیدین بلکہ دشمن عقیدہ ایمان ثابت کرنے کے لئے بالکل کافی ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی مقدس ہستیوں کی آبرو پر جو ناپاک حملے مرزاجی کیا کرتے تھے' ان کی سنگینی کا اندازہ کرانے کے لئے مذکورہ عبارات بھی بالکل ناکافی ہیں' اس کام کے لئے ہم دل پر جبر کر کے ان کی دو تین عبارتیں مزید نقل کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ "نقل کفر کفر نباشد"۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت و آبرو پر حملہ کرتے ہوئے مرزاجی نے لکھا:-

"یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہنچایا اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے' شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے' مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے"۔ (کشتی نوح ص۶۵ حاشیہ)

دوسری جگہ مرزا نے لکھا:-

"ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کیلئے افیون مفید ہوتی ہے' پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے' میں نے جواب دیا کہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی لیکن اگر میں ذیابیطس کیلئے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیونی"۔　(نسیم دعوت ص۶۹ طبع قادیان۔ دسمبر ۱۹۳۶ء)

اور اب مرزا کی انتہائی ملعون فطرت کو پوری طرح جاننے کے لئے زہر میں بجھی ہوئی انکی یہ عبارت بھی

دل پر جبر کر کے پڑھ لیجئے، لکھتے ہیں :۔

"مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوئی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا، اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی ناپاک کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اسکے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے"۔ (دافع البلاء ملخص)

کسی فرقہ یا جماعت سے کتنا بھی شدید اختلاف کیوں نہ ہو، لیکن اسکے پیشوا کو ناشائستہ القاب سے یاد نہیں کیا جانا چاہئے، اس اصول سے کسے انکار ہو سکتا ہے، لیکن ہر قاعدے اور اصول کی طرح جماعتوں کے قائدین کو رعایت دینے کی بھی کوئی حد ہونی چاہئے، مرزا جی اپنے باطنی خبث کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے مقدس رسول کی آبرو پر یہاں تک حملہ کر گذریں کہ وہ شراب پیتے تھے، فاحشہ عورتوں کی حرام کمائی کے مال سے خریدا گیا عطر خود انھیں فاحشہ عورتوں کے ہاتھوں سے اپنے سر پر ملواتے تھے، اور یہ عورتیں ان کے بدن کو اپنے سر کے بالوں اور ہاتھوں سے چھوا کرتی تھیں۔ اور نوجوان بے تعلق عورتیں ان کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

اللہ کے رسول کی بابت یہ ریمارک اس درجہ کی شیطنت ہے کہ اس کے بعد مرزا اس کے مستحق نہیں رہتے کہ انھیں اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شیطان نہ سمجھا جائے۔

آخر میں ایک بار پھر عرض کیا جاتا ہے کہ مرزا کے سخت گستاخانہ بیانات اور خاص طور سے آخری تین بیانات ہرگز اس لائق نہ تھے کہ انھیں نقل کیا جاتا، لیکن معاملہ کی نوعیت یہ ہے کہ قادیانی مبلغین نہایت خاموشی کے ساتھ مسلمانوں میں گھس گھس کر اُن کے دین و ایمان کو تاراج کر رہے ہیں اور ادھر اکثر و بیشتر مسلمان قادیانیت کی اصلیت سے بالکل بے خبر نظر آتے ہیں، اور ان میں کے بعض لوگ اپنی بے خبری کے باعث قادیانیوں کا شکار ہو جاتے ہیں،

اِسی لئے ضروری سمجھا گیا کہ مرزا غلام احمد کی اصلیت سے بے خبر مسلمانوں کو واقف کرایا جائے، اور اسی لئے دل پر جبر کر کے شیطنت سے لبریز اُن کے یہ رکیک بیانات بھی نقل کئے گئے۔

مرزا کے اِن بیانات سے واقف ہونے کے بعد مسلمان سوچیں کہ جو آدمی جھوٹ بولنے اور انبیاء کرام کی مقدس ہستیوں کی آبرو پر حملہ کرنے میں اس درجہ بے باک ہو وہ نبی و مہدی و مجدد تو دور کی بات ہے، ادنیٰ درجہ کا مسلمان بلکہ کسی معمولی درجہ کا شریف آدمی بھی سمجھا جا سکتا ہے؟ اور اگر ان تشنیع حرکات کے بعد بھی آدمی کا تعلق اسلام یا شرافت سے باقی فرض کیا جا سکتا ہے تو پھر کفر، رذالت اور بازاریت کس چیز کو کہا جائے گا؟!

(بشکریہ ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ فروری، مارچ ۱۹۹۴ء)

☆

بخاری اکیڈمی ملتان کی اہم مطبوعات

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار چودھری افضل حق کی خود نوشت سوانح
میرا افسانہ
قیمت:۔/۱۰۱ روپے
رعائتی قیمت:۔/۶۰ روپے، ڈاک خرچ:۔/۱۰ روپے

تحقیق کی دنیا میں علماء اور دانشوروں سے داد و تحسین وصول کرنے والی اہم، تاریخی اور تہلکہ خیز کتاب
واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر
ایک نئے مطالعے کی روشنی میں
بے پناہ اضافوں کے ساتھ دوسرا اور نیا ایڈیشن
مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی
مقدمہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی
قیمت:۔/۱۵۰ روپے

مفکر احرار چودھری افضل حق کی تین شاہکار کتابوں کا مجموعہ
دیہاتی رومان
معشوقۂ پنجاب
شعور
قیمت:۔/۳۵ روپے

عظیم مجاہد آزادی، فدائے احرار
مولانا محمد گل شیر شہید
• سوانح • افکار • خدمات
مؤلف: محمد عمر فاروق۔ صفحات ۴۰۴۔ قیمت:۔/۱۵۰ روپے

بخاری اکیڈمی، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

طنز و مزاح

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

○ اقبال حیدر کے پتلوں کی جوتوں سے پٹائی۔ (ایک خبر)
شرٹ پھٹ گئی پتلون باقی ہے

○ دولت کی مساوی تقسیم ہو گی۔ (بے نظیر)
اب تو مرتضے اور نصرت بھٹو وغیرہ کو تسلی ہو جانی چاہیے۔

○ پیپلز پارٹی کی مخالفت کا سارا ووٹ دینی جماعتوں کا ہے۔ (اعظم طارق)
تم رہے مولوی رہے اعظم بے نظیر ہو گئی وزیر اعظم

○ حکومت شور شرابے سے نہیں گھبراتی۔ (مخدوم شہاب الدین)
پہلے آتی تھی شرم تھوڑی سی مگر اب ذرہ بھر نہیں آتی

○ ضیاء دور ملکی تاریخ کا سیاہ ترین دور تھا۔ (فضل الرحمن)
جس میں دفعہ C-۲۹۵ کے تحت ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ کیا گیا۔

○ نازیہ حسن نے کینسر کی بیماری پر قابو پالیا۔ (ایک خبر)
کاش! کینسر نازیہ پر قابو پالے۔

○ عوامی نمائندوں سے انتظامیہ کا عدم تعاون برداشت نہیں کریں گے۔ (بے نظیر)
سرکاری محکموں میں عوامی نمائندوں کی لوٹ کھسوٹ جاری رہے گی۔

○ تاجروں اور صنعت کاروں سے ٹیکس وصول کر کے عام آدمی کی زندگی آسان بنا دی جائے گی۔ (احمد مختار)
عام آدمی: کروڑوں روپے قرض لے کر واپس نہ کرنے والے حرام خور

○ نئے چیف جسٹس نے اپنے چیمبر میں عدالت عالیہ کے جج صاحبان سے ملاقات کے علاوہ داتا دربار پر حاضری دی۔ (ایک خبر)

اے ولی غیر آستانہ یار
جبہہ سائی نہ کر خدا سے ڈر

○ معلوم نہیں بعض لوگ لفظ "انٹی کرپشن" سے خوف زدہ کیوں ہیں۔ (غلام عباس)
اصل میں "آنٹی کرپشن" عام ہو گئی ہے۔

○ شاہ رکن عالم کے مزار کو ۷۰ من عرق گلاب سے غسل دیا گیا۔ (ایک خبر)
اور سجادہ نشین کو بگھو بگھو کر "پاک" کیجیے۔

○ پاکستان میں آج نوجوان اور صالح خاتون کی حکومت ہے۔ (علی احمد رکن کویت اسمبلی)
۔ آہ تیری نوجوانی، واہ تیری صالحیت

○ جرائم میں اضافہ نہیں ہوا۔ کئی سال سے صوبے میں بارہ قتل یومیہ کی اوسط ہے (آئی۔جی)
سال کے ۴۳۸۰ قتل جرائم میں کمی کا ثبوت ہیں.....

○ محرم میں تعزیہ نکالتی ہوں۔ رمضان میں روزے رکھتی ہوں (پھولن دیوی)

شیعہ سنی اتحاد کا فارمولا بلکہ مجرب فار.... منہ .... لا....

○ جنیوا میں ہمارے وزیر خارجہ شراب میں دھت ہو کر اجلاس میں شریک ہوئے۔ (سردار قیوم)
کہ شربتِ قارورہ پی پی کر جواں ہم ہوئے ہیں۔

○ (رسالہ خورد) پیر یونس مسیح۔ بابا فرید کے نام پر سات سال سے ٹھگ رہا ہے۔ (ایک خبر)
مرنے کے بعد پیر یونس شاہ کے نام پر عرس بھی ہوگا!

○ توہین رسالت ﷺ کرنے والے کو پولیس گرفتار نہیں کر سکے گی۔ (اقبال حیدر نے اپنے بیان کی تصدیق کر دی) (ایک خبر)
کوئی شاتم رسول مسلمانوں کے غضب سے نہیں بچ سکتا۔

○ عوام نے مذہبی جماعتوں سے خود کو دور کر لیا۔ (بے نظیر)
کیونکہ آپ نے سیاسی مولویوں کو قریب کر لیا ہے۔

○ ملاں گردی نہیں چلے گی۔ (عاصمہ جہانگیر)
اور "جہانگیری" چلتی رہے گی۔

○ ملائیت اور منافقت سے پاک معاشرہ قائم کریں گے۔ (بے نظیر)
آپ ان دونوں سے الگ الگ تعلقات قائم کر کے بے نظیر معاشرہ قائم کر رہی ہیں۔

○ نواز شریف نے خزانے کو بے دردی سے لوٹا (وٹو)
لیکن ہم پیار سے لوٹ رہے ہیں۔

○ ملتان میں ایک جیالے نے درخواست پھاڑ کر مخدوم شہاب کے منہ پر دے ماری۔ (ایک خبر)
جیسا منہ ویسا تھپڑ

○ کوئی مسلمان رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی نہیں کر سکتا۔ (مخدوم الطاف)
مسلمان ہو تو!

بقیہ صنمبر ۲۰ پر

ڈاکٹر سبطین لکھنوی　تحقیق

نظریہ ولایت فقیہ، ایرانی شیعہ علماء اور ایرانی شیعہ دانشوروں کی نظر میں (۲)

خمینی صاحب کا نظریہ ولایت فقیہ

نظریہ ولایتِ فقیہ میں خاص بات یہ ہے کہ اس کے اندر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے رول کو ایک اثنا عشری شیعہ انقلاب کے اندر ڈھالنے والے جدت پسند معمار اور پورے عالم اسلام میں نائب مہدی آخرالزماں کے درجے پر فائز خود اپنی ہی شخصیت کو پیش کرنے میں اپنی ساری توانائیاں جناب خمینی نے صرف کر دی ہیں۔

یہ ہم جو باغ و بہاراں کا ذکر کرتے ہیں
تو مدعا وہ گل تر وہ سرو و قامت ہے

شیعہ کے مفروضہ بارہ امام نور تھے

شیعہ عقائد کے مطابق مہدی آخر الزماں تک اہل تشیع کے بارہ مزعومہ امام ہیں۔ جو خمینی صاحب کے الفاظ میں:

"عالم رنگ و بو میں آنے سے قبل "انوار" تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان آئمہ کو اپنے عرش کے گرداگرد کر دیا۔ اور انہیں ایک ایسا بلند تر مقام عطا فرمایا کہ اس کا علم بہ جز اللہ تعالیٰ کے کسی کو بھی نہیں ہے۔ (۱)

شیعہ امامت کا "نور" عرش الٰہی کی سیر کرنے کے بعد "بشریت" کا لباس پہن کر جب اس فانی دنیا میں نمودار ہوا۔ تو خالقِ کائنات نے شیعہ عقائد کے مطابق ایسے ایسے معنوی مقامات و درجات اسے عطا فرما دیے کہ

شیعہ امام ملائکہ مقربین اور مرسل سے بڑا ہوتا ہے

تمام ذرات کائنات امام کے سامنے جھکتے ہیں اور یہ بات ہمارے شیعہ مذہب کی بدیہیات میں سے ہے کہ کوئی شخص آئمہ علیہم السلام کے معنوی مقامات تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہاں تک کہ ملائکہ مقرب و مرسل بھی۔ (۲)

قدیم شیعہ مفکرین کے مطابق جناب خمینی دنیائے شیعیت کے وہ پہلے مفکر ہیں جنہوں نے ایرانی آیت اللہ حضرات کو یہ احساس دلایا کہ جو شیعہ آیت اللہ مہدی آخرالزماں کا نائب بننا چاہتا ہو اسے خمینی صاحب کے پیش کردہ فلسفہ ولایت فقیہ کے اصولوں ہی پر نیابت مہدی اور مہدی آخرالزماں کے مابین کسی سمجھوتے کی بنیاد رکھنی پڑے گی۔

خمینی صاحب کے پیش کردہ فلسفہ ولایت فقیہ کا لب لباب یہ ہے کہ موجودہ دور شیعہ حضرات کے مزعومہ بارھویں امام جناب مہدی آخرالزماں کی غیابت یا اسماعیلی عقائد کی شیعہ اصطلاح کے ان کا "دور ستر" ہے۔ غیابت کے اس دور میں شیعہ مجتہدین اعلیٰ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ مہدی آخرالزماں کے نائب کی حیثیت سے کسی بھی حکومت کے نظم و نسق پر قبضہ کرلینے کی جدوجہد شروع کر دیں۔ کیونکہ عصر حاضر کے شیعہ فقہاء رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مفروضہ بارہ اماموں کے ہیں۔

جناب خمینی لکھتے ہیں۔

شعیہ لیکن مقتدر آیت اللہ رسول اور آئمہ ہیں۔

ان الفقهاء هم اوصياء الرسول (ص) من بعد الائمة وفی حال غيابهم۔ وقد كلفوا بالقيام ماكلفه الائمة بالقيام۔ الكتاب الحكومته الاسلاميه از خمينی ص ۷۵

یقیناً فقہا آئمہ کی عدم موجودگی اور ان کی غیبت کے زمانہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔ اور ان تمام امور کی انجام دہی کے مکلف ہیں۔ جس کے آئمہ مکلف تھے۔

اپنے اس خود ساختہ فلسفے کو گہرائی اور نشوونما بخشتے ہوئے جناب خمینی نے نظریہ "ولایت فقیہ" کی تکمیل کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان امور و اختیارات تک پھیلا دیا جو امور و اختیارات صرف اور صرف جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اختیارات تاقیامت رہیں گے۔ صاحب موصوف رقم طراز ہیں۔

واذا نهض بامر تشكيل الحكوممته فقيه عالم عادل فانه يلى من إمور المجتمع ما كان يليه النبى (ص) ووجب على الناس ان يسمعوا له ويطيعواويملك هذا من امرالادارة والرعايته والسياسة لناس ماكان يملكه الرسول (ص) واميرالمومنين۔
(كتاب الحكومته الاسلاميه تصنيف خمينی ص ۴۹)

جب کوئی عالم و فقیہ (یعنی شیعہ مجتہد) حکومت کی تشکیل کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو وہ معاشرے کے اور اجتماعیت کے معاملات میں ان تمام اموراختیارات کا مالک ہو گا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اختیارات تھے۔ اور تمام لوگوں پر اس (شیعہ مجتہد) کی سمع و طاعت واجب ہو گی۔ اور یہ صاحب اقتدار فقیہ (یعنی شیعہ مجتہد) حکومت کے نظم و نسق، سماج کے مسائل اور امت کے جملہ سیاسی معاملات میں اسطرح مالک و مختار ہو گا جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علیؓ مالک و مختار تھے۔

جناب خمینی کی یہ عبارتیں واضح طور پر عالم اسلام کو چیلنج دے رہی ہیں کہ ایران کی ماہر اور تجربہ کار شیعہ پاپائیت نے امت محمدیہ ﷺ کے عقیدۂ ختم نبوت پر قبضہ کر لینے کے خطرناک عزائم کو "ولایت فقیہ" کا ایک سادہ سا نام دے رکھا ہے۔

اے حسن سادہ دل تری رسوائیاں نہ ہوں
کچھ لوگ کشتہ ہوس نام و ننگ ہیں

لیکن کوشش بسیار کے باوجود عقیدہ ختم نبوت کی چول پر جناب خمینی عقیدہ "ولایت فقیہ" کی چول بٹھا نہیں پاتے یہی وجہ ہے کہ ایران کے ایک شیعہ مجتہد اور معروف اسکالر جناب موسیٰ الموسوی نے کھلم کھلا یہ اعلان کر رکھا ہے کہ

خمینی صاحب کا تراشیدہ نظریہ ولایت فقیہ دین اسلام کے اندر ایک بدعت ہے:

وموضوع ولایتہ الفقیہ من البدع التی ابتدع الخمینی فی الدین الاسلامی واتخذ منہ اساسالاستبداع اوالمطلق باسم الدین۔(کتاب التورتہ البائسہ تصنیف الدکتورالموسیٰ الموسوی۔ نمبر ۴۹)

یعنی "ولایت فقیہ" کا موضوع خمینی کی ان بدعتوں میں سے ایک بدعت ہے جو موصوف نے دین اسلام کے اندر ایجاد کی ہیں ۔۔۔ اور دین کے نام پر موضوع کو استبداد مطلق کے لئے ایک بنیاد بنا ڈالا ہے۔

جناب موسوی نے اس حق گوئی کو صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ دنیا بھر کے انسانوں کو انھوں نے ایک واضح تنبیہ کر دی ہے کہ وہ آیت اللہ خمینی کی اس بدعت اور گمراہی سے اپنے خرمن ایمان کو بچائیں۔ اپنے عقیدے کو اس قزاق سے بچائیں اور اقوام عالم کو کھل کر بتا دیں کہ "ولایت فقیہ" کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

میرے اس تبصرے کی تائید میں دکتور موسی الموسوی کی مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔

ایران کے کبار شیعہ علماء خمینی کے نظریہ "ولایت فقیہ" سے کوئی تعلق نہیں رکھتے:

ان علی القائم اجمع من المسلمین وغیر مسلمین ان یعرفوا ان فقہاء ایران الکبار والراجع الدینیتہ العظام فیہا عارمنواولایتہ الفقیہ معارضۃ شدیدۃ واعلموااانہا لائمت الی الدین بصلتہ وانہا بدعتہ وضلالہ

کتاب الثورتہ البائسہ تصنیف الدکتور موسی الموسوی ص ۵۱

دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم کو یہ جان لینا ضروری ہے کہ ایران کے علماء کبار اور عظیم دینی شخصیتوں کا خمینی کے نظریہ ولایت فقیہ سے شدید ترین اختلاف ہے اور ان تمام حضرات نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ نظریہ ولایت فقیہ ایک بدعت اور گمراہی ہے۔

جناب روح اللہ کے خود تراشیدہ نظریہ "ولایت فقیہ" پر ایران کی مجلس علمی کے دانشوروں کا سچا کھرا اور مدلل تبصرہ جو خمینی صاحب کی زندگی ہی میں منظر عام پر آ گیا تھا۔ اسے پڑھ لینے کے بعد یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ فلسفہ ولایت فقیہ کے اندر جناب خمینی کی ذہنی توانائیاں نذر استبداد ہیں۔ ان کی عقل کی تمام پہنائیاں تجدد اور تلبیس کی پر فریب یلغار کے بل بوتے پر خود اپنی ہی ذات کو "اللہ" اور اس کے "رسول ﷺ" کے منصب پر فائز رکھنے کی سودید گی شوق کے مرض میں مبتلا ہیں۔ مجلس علمی کے ان ارکان کا تبصرہ ملاحظہ ہو۔

فقہ اور مجتہد کی ولایت عامہ مطلقہ کا کوئی بھی مسلمان قائل نہیں ہو سکتا۔

خمینی اس نظریہ (ولایت فقیہ) میں بالکل متفرد اور اکیلے ہیں۔ کیونکہ اسلامی فرقوں میں کوئی فرقہ بھی "فقیہ" اور "مجتہد" کی ولایت عامہ مطلقہ کا قائل نہیں حتیٰ کہ فرقہ امامیہ (یعنی شیعہ مولف) جو "امامت" اور "ولایت" کے مسئلے میں انتہائی غلو سے کام لیتا ہے۔ وہ بھی "فقیہ اور "مجتہد" کی "ولایت عامہ" اور "نیابت مطلقہ" کو تسلیم نہیں کرتا۔ چنانچہ فرقہ امامیہ کے علماء متقدمین میں الامام المحدث (مرتب الجامع الکافی) الشیخ صدوق، الشیخ مفید، اور المفسر الطبرسی وغیرہ بیک زبان کہتے ہیں کہ فقیہ عاقل مجتہد کی ولایت عامہ پر کوئی ایسی دلیل قطعی موجود نہیں جو آئمہ معصومین کے آثار و مرویات سے ماخوذ و مستفاد ہو۔ علاوہ ازیں فقیہ مجتہد کے لئے اگر "ولایت عامہ" کو تسلیم کر لیا جائے تو لازمی طور پر "فقیہ عادل" "مجتہد" اور "امام معصوم" کے مابین برابری بھی ماننی پڑے گی۔ اور ان دونوں کے درمیان مساوات اور برابری پر نہ دلیل عقلی موجود ہے۔ اور نہ حجت شرعی (۷)

فلسفہ "ولایت فقیہ" کی اس بھرپور مخالفت کے باوجود جناب خمینی نے ایک سو پچھتر دفعات پر مبنی تقریباً بارہ ابواب کا ایک دستوری مسودہ ایران کے حسب ذیل آیت اللہ حضرات کے سامنے پیش کر دیا آیت اللہ محمد کاظم شریعت مداری۔ آیت اللہ شہاب الدین المرعشی۔ آیت اللہ سید عبداللہ شیرازی آیت اللہ رضا گلپائیگانی۔ آیت اللہ سید محمد شیرازی۔ آیت اللہ محمد صادق روحانی۔ آیت اللہ المنتظری۔ آیت اللہ خلخالی۔ خمینی صاحب کے اس تیار کردہ دستور کی دفعہ ۵ دفعہ نمبر ۱۲ اور دفعہ ۴ خاص طور پر قابل غور ہیں۔

دفعہ نمبر ۵ کے مطابق مملکت کی قیادت امام مہدی کے ظہور تک۔ ایران کی اسلامیہ جمہوریہ کی سربراہی اور "قیادت" "ولایت فقیہ" کے سپرد ہو گی۔ جو عادل دیں دار اور مومن ہو گی۔ اور ملک کی اکثریت کے لئے قابل قبول ہو گی۔

دفعہ ۱۲ کے تحت ریاست کا مذہب اسلام (جعفری۔ اثنا عشری) ہو گا۔ اور سنیوں کے تمام فرقوں کو شخصی قانون کی حد تک آزادی ہو گی۔

دفعہ ۴ کے تحت ملک کی سطح سے لیکر صوبے، شہر، ضلع اور گاؤں تک کی سطح پر مجالس مشاورت قائم کی جائیں گی۔ جناب شریعت مداری نے خمینی صاحب کے دستوری مسودے پر، اپنا اختلافی نوٹ لکھ کر بارگاہ ولایت فقیہ کے نام واپس بھیج دیا۔ جناب شریعت مداری آج بھی اپنی اس رائے پر پختگی بلکہ یقین کی حد تک قائم ہیں کہ فقہا کا رول قانون کو نافذ کرنے اور اپنے الحادی جمع کرنے کی خاطر فریب کاری پر مبنی ایک سیاسی گٹھ جوڑ قائم

کرنے تک محدود نہیں ہوتا۔ سیاسی سطح پر اجتماعی پراپیگنڈہ کرنے کے نتیجے میں نظریہ ولایت فقیہ کے خلاف مخالفین کے اجتماعی ایجی ٹیشن کا ایک خطرناک ردعمل بھی ابھر سکتا ہے۔ وہ فقہا جو مملکت کی پیچیدہ مشینری چلانے کی اہلیت سے عاری ہیں لیکن گزشتہ کئی صدیوں سے ایران کے روحانی پیشوا چلے آرہے ہیں۔ عوامی شکایات کی صورت میں ابھرنے والے اس خطرناک ردعمل کا اصل نشانہ بنیں گے جو گزشتہ کئی صدیوں سے تنقید کا یہ مخاصمانہ ردعمل نہ صرف یہ ایرانی معاشرے کے قلوب واذہان سے فقہا کا احترام ختم کر کے رکھ دے گا بلکہ معاشرے کے دل ودماغ سے مذہب کے روحانی رشتے تک اس سیلاب میں تنکے کی طرح بہہ جائیں گے۔ فقہاء کی مثال کسی زیر تعمیر عمارت کے گرد اس باڑ کی ہوتی ہے جو اس عمارت کے خاکے کی صحیح نشان دہی کرتی ہے۔ مزدوروں اور معماروں کے درمیان رابطے میں سہولت پیدا کرتی ہے۔ تاکہ وہ کام کو تقسیم کر سکیں۔ خمینی صاحب کے اس دستور کے مطابق جس میں جملہ انتظامی امور تک علماء اور فقہاء کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ اگر ان امور کو چلانے میں شیعہ علماء ناکام ہوگئے تو اس کا نتیجہ ''اسلام'' اور ''اسلامی انقلاب'' کی ناکامی کی بھیانک شکل میں نمودار ہوگا۔ جس کے خطرناک نتائج بہت دور رس ہو سکتے ہیں۔

جناب شریعت مداری کی دردمندانہ تجویز یہ تھی کہ فقہا حضرات بنیادی ادارے بنا دیں۔ اور انہیں شریعت کی حدود کے اندر رہتے ہوئے جمہوری انداز میں چلنے دیں۔ اور علماء فقہاء ان جمہوری اداروں کو صرف علمی راہنمائی فراہم کرتے رہیں۔ لیکن خمینی صاحب نے جناب شریعت مداری اور ان کے ہم نوا حضرت کو پس منظر میں دھکیل دیا۔

یورپی پریس نے ان کی نظر بندی کی خبریں شائع کیں۔ حکومت ایران نے تردید نامہ تو جاری کر دیا کہ نظر بندی کی خبر ایک اختراع ہے۔ لیکن ایران کے شیعہ حضرات آج بھی یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ جناب شریعت مداری کی نظر بندی مغربی ذرائع ابلاغ کا ایک تراشا ہوا بہتان سہی۔ لیکن اس حق گو زبان کو نظر داری کی خطرناک لسٹ میں شامل کر لیا جانا تو ایک حقیقت ہے۔

فقیہہ شہر نے تہمت لگائی ہے ساغر پر
یہ شخص درد کی دولت کو عام کرتا ہے

ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے ۔ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا حالانکہ جیسا طبری لکھتا ہے وہ حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا مصدق تھا اور اس کی اذان میں حضور رسالتمآب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی تصدیق تھی۔

(علامہ اقبالؒ)

شورش کاشمیری مرحوم

حسنِ انتخاب

شاہی مسجد کا خط اللہ میاں کے نام

یارب کعبہ! میں ایک دکھیاری لڑکی ہوں۔ تو علام الغیوب ہے۔ تجھ سے بہتر کون جانتا ہے۔ کہ مجھ پر کیا بیت رہی ہے۔ کئی دنوں سوچ وچار کے بعد میں نے کچھ کہنا چاہا ہے۔۔۔ میرے احساسات حددرجہ مجروح ہیں۔ لیکن یہ الفاظ ان زخموں کی روداد کہ نہیں سکتے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مرہم ہیں یا پٹی۔۔ میرا رنگ وروغن جو اکھڑ چکا تھا اب اسے دوسو سال کی گردش کے بعد غازے کا سہارا دیا جارہا ہے۔ میرے ظواہر کی آرائش ہورہی ہے۔ میری جھریوں کی کایا کلپ کےلئے شبانہ روز محنت سے کام لیا جارہا ہے۔۔۔ لیکن میرا اضطراب جوں کا توں ہے۔ میرا کرب انگاروں سے زیادہ تیز اور تلواروں سے زیادہ بےباک ہے۔ میں کعبۃ اللہ کی بیٹی ہوں۔۔۔ چند چہیتی اور نامور بیٹیوں میں سے ایک ۔۔۔ لیکن دور افتادہ بیٹی، جسکی آبرو تھکی ہوئی اذانوں سے بوجھل اور گردوپیش کی تماشائی تنہائیوں سے مضمحل ہے۔ میں چوراہے میں پڑی ہوئی لاش ہوں ۔۔ باعصمت لاش، برہنہ لاش۔۔ لیکن اس پر گدھ ۔۔۔ شرعی گدھ منڈلا رہے اور جنسی کتے ہڈیاں چھوڑ تے ہیں۔

میرا گوشت ہر زبان کا ذائقہ ہے۔ میری ہڈیاں ان دھنوں کے ساتھ چٹختی ہیں جنہیں رات کا بھنورا حوازادیوں کے ہونٹوں سے اس طرح کھینچتا ہے جس طرح الھڑ دیہاتی گنے کی پوروں سے رس چوستے یا بیدرد فرمانروا رعیت کی بیٹیوں کا لہو چاٹتے ہیں۔۔۔ میں نے اپنا کاجل ان غزالوں میں بانٹ دیا ہے جن کی پیٹھ وقت کے تازیانوں سے معصیت کی ایک کھلی دستاویز بن چکی ہے۔۔۔۔۔ میرا خون عفت کی انہی قبروں کا غازۂ شب تاب ہے اور میرے یہ سفید گنبد رات کی المناک برہنگی کا سفید کفن، جن پر۔۔۔۔۔ کبھی گھرا اندھیرا چھا جاتا اور کبھی چاند کا فانوس محیط ہو کر ستاروں کی شمعیں جلاتا ہے۔۔۔۔۔ پھر کبھی چودھویں کا چاند میری برہنگی کا تماشا کرتے ہوئے۔۔۔ چپ چاپ دور تک نکل جاتا ہے۔۔۔ میں سالہا سال سے لیل ونہار کی ان گنت کھکھیڑوں کے ساتھ ساتھ۔۔۔۔ یہیں چپ چاپ بیٹھی ہوں۔ میں نے تاریخ کے ہر موڑ کی ضربیں سہی ہیں۔ میں نے سہاگ رات بھی دیکھی ہے۔۔۔ میری عروسی کا جشن تاریخ کی دلاویز فصل تھا۔ اعلیٰ حضرت محی الدین اورنگ زیب نے نیو اٹھائی۔ سولہ سنگھار کیا تکبیریں گونجیں۔۔۔ سجدے بکھرے۔۔ اذانیں بلند ہوئیں۔۔ اللہ کی عظمت کا اعتراف کیا گیا۔ قلعہ کے پٹ کھلے تو جن کے آستانہ جبروت پر وقت کی فرمانروایاں جھکتی تھیں وہ سجدہ ہائے عجز لے کر حاضر ہوگئے۔۔۔ مؤذن نے پکارا۔۔۔ نیکی نے صدا دی۔۔۔۔۔ فلاح نے تعاقب کیا۔۔۔۔ صلوٰۃ کی پیشوائی کو بندگان عالی متعالی آپہنچے۔۔۔ درود کے پھول برسے۔ سلام کے گجرے نچھاور کئے گئے۔۔۔ اللہ اکبر

کے شانوں پر میں نے اپنے گیسو بکھیر دیئے------ اور ختم المرسلین کے پرچم کو اپنا آنچل بنا لیا- یہ میرا سولہ سنگھار تھا-

!!--------- پھر بھی سورج ڈوب گیا- کبھی بانکے پکیت کی طرح ٹاپتا رہا- کبھی شاعر کے خیال کے طرح تیزی سے پلٹا--- کبھی ہجر کی تلخیوں میں ڈوب گیا- اور کبھی ان دنوں کی طرح بے قابو- جن دنوں اورنگ زیب، زین آبادی کو اپنے فقیہانہ تقشف کے باوصف شراب کے جام بھر بھر کر پیش کرتا اور اس بینائے سرو قامت کے عالم نشہ و سرور کی رعنائیاں دیکھتا تھا-

میرا شباب ڈھلنے لگا- میری رعنائیاں بیوہ کا سہاگ ہو گئیں- میری نورانی آنکھوں سے قبروں کے تاریک خلاء جھانکنے لگے- میرا سرخ و سفید چہرہ اس تماشائی عورت کی طرح پیلا پڑ گیا جس کی امرتیاں گنہگار ہاتھوں کے تھپیڑوں سے سوکھ کر لٹک جاتی ہیں---------میرا وجود جو کچھ دنوں پہلے قرآن کی ایک سورت تھا اب گنے وقتوں کی ایک ہچکی رہ گیا- میں اوباشوں کے نرغہ میں آ گئی-- حتیٰ کہ میں ایک کتبہ رہ گئی- جس پر کندہ تھا- اورنگ زیب کی یادگار--------- سیاحوں کے شوق کی مہمیز! رات تابہ کمر آ پہنچی--- سطوت شاہی نے رخت سفر باندھا---- مہاراج رنجیت سنگھ کے ذلہ خواروں نے شب بسریوں کے لئے میرے گردو پیش کو چن لیا اور میں "سوراؤں" کے گھوڑوں کا اصطبل بن گئی- موت نے نقاب اٹھائی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ میری پائنتی کی طرف ہمیشہ کی نیند سو گئے-- وقت نے پھر پہلو بدلا-- اذانوں نے اپنی ہی خاکستر سے حیات پائی- صلواۃ کو سہارا ملا اور سجدوں نے سکھ کا سانس لیا- میں نے مانگے تانگے کا جوڑا پہنا-------

--------زمانہ رقاصہ کے زاویوں کی طرح بدلتا رہا- لیل و نہار غزل کے ہر شعر کی طرح مختلف الاحوال ہوتے گئے میں اس صدی کے نصف اول تک آہ سرد کی طرح خاموش رہی- کبھی کبھار وقت کی پلکوں پر آنسوؤں کی طرح جھلملائی-------- لیکن نصف ثانی میں میرے دن لہلہا اٹھے------- میری راتیں مہک گئیں--- میری محرابوں کی پیشانی ان دلہنوں کی طرح درخشاں ہو گئیں------ جن کی امیدیں نورانی خوابوں کی تعبیر سے جھلک اٹھتی اور جن کی حیا پر ملائکہ شہادت دیتے ہیں----- میرا منبر ایک گود بن گیا--- ماں کی گود------- بہن کی گود------ بیٹی کی گود---- کہ ان گودوں میں قرآن کے اوراق پرورش پاتے ہیں-

--------- یہ سرخ سلیں- یہ قرمزی محرابیں اور یہ سفید گنبد جانتے ہیں- ان کا سینہ نعرہ ہائے رستاخیز کا امانت کدہ ہے- یہ سلیں چپ ہیں- یہ محرابیں ساکت ہیں- یہ گنبد مہر بلب ہیں- لیکن انہیں حشر سے پہلے بھی کوئی تیشہ جگا سکتا ہے-----!

ان کے ہونٹ اب بھی بل رہے ہیں- ان میں اللہ کا کلام پیوست ہے پلستر بول رہے ہیں-

----- ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے-

اور وہ سامنے کھلا دروازہ کہہ رہا ہے-----

ہائے وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف

پھر اس طرف محرموں کے طاق پر روشن چراغ ابوالکلام کی خطابت کے مانند تھک کر بجھ گئے۔ اور حکیم الامت کے گداز کی طرح حرف شکایت الاپ رہے ہیں۔

---------- تاریخ کروٹ لے رہی ہے۔ سانپ کینچلی اتار رہا ہے۔ شاعر مطلع سے مقطع پر آپہنچا ہے۔ دلہن سسرال سے میکے جا رہی ہے۔ محبت ہجر کی سرحد پر وصال کا دم واپسیں دیکھ رہی ہے۔------ رات کے ماتھے سے افشاں اتر چکی اور کسی دلگداز کہانی کا تمت بالخیر ہے۔

پاکستان بن گیا۔ لاالٰہ الا اللہ کی تفسیر ہاتھ آگئی۔

ہزاروں عصمتیں دے کر ایک عصمت کی بنیاد رکھی----،

سوا سو برس پرانی-------- غلامی نے انتقال کیا---- اوامر نے علم کھولے---- نواہی کا وقت آخر آگیا--- اذانوں میں توانائی--- اور تکبیروں میں رعنائی کا گمان ہونے لگا---- دل آئینہ ہو گئے۔ چہرے بشاش---- لیکن ایکا ایکی آرزوؤں نے ٹوٹنا شروع کیا---- موتیا مرجھانے لگی---------- ایک ایک کلی جھڑ گئی---- پورا باغ ویرانہ ہو گیا۔ جس مملکت کا آغاز لاالٰہ الا اللہ پر تھا۔ اس کے ماتھے پر فاعتبروا یااولی الابصار چسپاں ہو گیا۔ میرا گردوپیش پورے معاشرے کا گردوپیش بن گیا۔

اس سب سے بڑی اسلامی سلطنت کے کار فرماؤں نے اوامر کو نواہی اور نواہی کو اوامر بنا ڈالا-----!

--------- میں کعبہ کی بیٹی ہوں------- رب ذوالجلال سنگ و خشت کی یادگار---- لیکن میرے حاشیے کی کائناتی وسعت پر خون کے بے شمار دھبے ہیں---------!

ہم سب کے پالنہار! تو عرش پر ہے تو فرش پر آ! ان تکبیروں سے فائدہ؟ جو تجھے پکار نہیں سکتیں ان نمازوں کا نتیجہ؟ جو تجھے لا نہیں سکتیں اور ان اذانوں کا حاصل؟ جو تجھے جگا نہیں سکتیں۔!

میں اب کعبہ کی بیٹی نہیں۔ اس سب سے بڑی سلطنت اور پانچویں بڑی عالمی مملکت میں اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء کی ایک جاں بار سہیلی ہوں---- میرا دوپٹہ فقیہہ شہر کی دستار فضیلت ہے۔ میرا آنچل فرمانرواؤں کی شب بسریوں کا پردہ ہے۔ میرے کھلے پیٹ گنبدوں میں ام المؤمنین خدیجہؓ کی دردناک چیخیں منجمند ہیں۔ میں سودہؓ کی فریاد اور حفصہؓ کا آنسو ہوں۔ میں وہ حدیث ہوں جو حضرت عائشہؓ سے فضائل نسواں کے باب میں مروی ہے۔ میں ازواج مطہراتؓ کی مقدس یادوں کا سرورق ہوں۔ میرا دل بنات طاہراتؓ کا آئینہ ہے------ میں زینب کی صدائے احتجاج ہوں------ میں ام کلثوم کا نوحہ---- اور اسماء کا شکیب ہوں---- اسماء جس نے اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیرؓ کو سر عالم میں سولی پر دیکھ کر کہا تھا۔

ابھی اس شہ سوار کے اترنے کا وقت نہیں آیا

یا حی یا قیوم۔ یہ سرخ سلیں فاطمۃ الزاہراؓ سے حیا مانگتے اندھی ہو گئی ہیں------ میرے چاروں طرف گناہ ہی گناہ ہیں۔ میں اوباشوں کے گھیرے میں اس مٹیار کی طرح ہوں جس کا وجود حریص قہقہوں سے نڈھال ہو کر تماشا ہو جاتا ہے۔

میرے گردو پیش حی علی الصلاح۔ حی علی الصلاح۔۔۔ حی علی الفلاح۔۔۔۔۔ حی علی الفلاح کی صدائیں بیکار ہیں میرے مینار میری چھاتیاں میری امرتیاں انہوں نے تماشوں کی چوٹ سے سوکھ چکی ہیں۔۔۔۔ میں ایک سناٹا ہوں جس کا کھر فقیہہ شہر کا عمامہ ہے۔۔۔ یہاں رات ڈھلتی نہیں۔ ناچتی ہے۔ گاتی ہے۔ یہ سب سے بڑی سلطنت خداداد ہے۔ حاکم الحاکمین۔ لیکن اس کے حاکم تماشائی ہیں۔ اور عصمت تماشاء، وہ اس جنس کے سب سے بڑے گاہک ہیں۔ شہر کے ضمیر میں ایک کانٹا! الصلواۃ خیر من النوم الصلوۃ خیر من النوم۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ لاالہ الاالله کے کچو کے سہتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تکبیر تھکے ہارے جسموں کو جھولا دینے کے لئے ناقوس ہے۔ شب بیداری کی گھنٹی کہ لیلیٰ تھک چکی ہے۔ مجنوں جاسکتے ہیں۔

یارب العالمین۔ میں کعبہ کی بیٹی (سنگ وخشت کا پیکر) آدم کی بیٹی (گوشت پوست کا مجسمہ) کے نیلام سے اکتا چکی ہوں یہاں ہر دریچہ میں قرارداد مقاصد ہنس رہی ہے۔ ہر ڈربے میں جمہوریہ اسلامیہ کا گوشت لٹک رہا ہے۔ قرآن کی سورتیں کراہ رہی ہیں۔ داڑھیوں کو آگ لگ چکی ہے۔ قباؤں پر معصیت غرارہی ہے اور فرزندان سلطنت ان عصمت ماب بہنوں کے غیرت ماب بھائی ہیں۔ جنہیں راون کے دیس میں سیتا سمجھ کر اٹھالیا۔ اور اب راون کے لشکری رام کے دیس میں خیر سگالی کے بنوشتے لے کر آئے ہیں۔۔۔۔ وقت کیلنڈر کے اوراق کی طرح بدل رہا ہے۔ آنچلوں میں معانقہ ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

مرااے کاش کہ مادر نہ زادے

جن لوگوں کے لئے کبھی دل کے دروازے بند تھے۔ آج انکے لئے بیخواب کواڑ کھلے ہیں۔۔۔۔۔۔۔؟ اجودھیا میں رونق ہے۔ راون جیت گیا۔ رام ہار گیا۔ سیتا نہیں آئی۔ اپسراؤں کا مینا بازار جوانی پر ہے۔ میں تھک گئی ہوں۔

رب کعبہ! میرے میناروں کو منہدم کردے۔ میری محرابوں کو اجازت دے کہ انہیں زمین نگل لے۔ میرے منبر کو روئی کے گالوں کی طرح اڑادے۔ میرے وجود کو لاوا کی طرح پگھلا دے۔ میرا انگ انگ سلگ رہا ہے۔ میں شعلہ جوالا بن رہی ہوں۔ میری آگ پھیل رہی ہے۔۔۔ مجھے ایک وسیع قبرستان میں بدل ڈال کہ ان حاکموں کے لئے زمین کی پیٹھ سے زمین کا پیٹ بہتر ہے۔ جو عورت کی عصمت کو سیاست کے روز بازار کا محاورہ سمجھتے اور جن کے لئے جاگتی راتوں کی دلاویز گستاخیوں کے مرحلے میں۔ الصلوۃ خیر من النوم۔ کی صدا ایک نستعلیق گالی ہے۔

ہم سب کے پالنہار میرا درد جنگل کی آگ بن رہا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی آنچ اس درویش کو کروٹ لینے پر آمادہ نہ کرلے جو اس آرزو میں داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔۔۔ کہ "کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر" اور جو صبح قیامت کے لئے اس تمنا کے ساتھ محو خواب ہے۔۔۔۔۔

لٹا ہے یارسول اللہ لٹا ہے۔

"چٹان" لاہور۔ ۲۷ر فروری ۱۹۵۶ء

میں ہوں بد نصیب بیٹی

شاہی مسجد لاہور۔

نقد و نظر

مولانا ابوریحان سیالکوٹی

مظہری مغالطے (آخری قسط)

مغالطہ نمبر ۲۷

میں نے لکھا تھا کہ مشاجراتِ صحابہ سے متعلق اہل سنت کا اصل مذہب توقف ہے تخطیہ و تصویب اصل مذہب نہیں بلکہ بوقت ضرورت اور بقدرِ ضرورت محض ایک رخصت ہے قاضی صاحب۔ اس کو غلط ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "اگر کوئی شیعہ ابوریحان سے سوال کرے کہ اگر آپ حضرت علی کو قرآن کا چوتھا موعودہ خلیفہ ارشد مانتے ہیں تو حضرت معاویہؓ نے توان سے جنگ کی ہے اس میں آپ کے نزدیک بمطابق مسلک اہل سنت مخطی کون ہے اور مصیب کون؟ تو کیا ابوریحان اس کے جواب میں یہ کہے گا کہ میں اس کا جواب بالکل نہیں دیتا کیونکہ اہل سنت کا اصل مذہب یہ ہے کہ اس سلسلے میں کوئی بات نہ کی جائے۔ کیا اس سے شیعہ مطمئن ہو جائیگا یا اس کو وہ لاجوابی اور شکست سمجھے گا" (ملخصاً بلفظہ۔ حق چار یار بابت ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۱۴)

یہاں قاضی صاحب نے مغالطہ یہ دیا ہے کہ تخطیہ و تصویب نہ ہونے اور بوقت ضرورت اس کے جائز ہونے کو ایک دوسرے کی ضد بنا دیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ایک چیز اصل مذہب یا اصل سنت اور اصل طریقہ تو نہ ہو لیکن اپنی جگہ فی نفسہ جائز ہو۔ اسکی دسیوں مثالیں شریعت میں موجود ہیں۔ مثلاً دیکھیئے کھڑے ہو کے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، بے وضو اذان دینا وغیرہ اصل سنت اور اصل طریقہ نہیں لیکن فی نفسہ جائز ہے۔ میں نے صحابہؓ کے تخطیہ و تصویب کے بارے میں یہ تو لکھا ہے کہ یہ اہل سنت کا اصل مذہب نہیں لیکن یہ کہیں بھی نہیں لکھا کہ یہ نفس جائز بھی نہیں۔ بلکہ جہاں میں نے اس کے اصل مذہب ہونے کی نفی کی ہے۔ وہاں سنی اصولِ اجتہاد کی پابندی کے ساتھ بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت اسکے جائز ہونے کی تصریح بھی بار بار کی ہے۔ اس لئے قاضی صاحب کا مذکورہ شیعہ اگر صحابہؓ کے صرف تخطیہ و تصویب سے ہی مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ بڑی خوشی سے صحابہؓ کو مخطی و مصیب کہیں لیکن اس سے اسکا نفسِ جواز ہی تو ثابت ہوگا۔ اسکا اصل مذہب ہونا اور اسکے بالمقابل توقف کا اصل مذہب نہ ہونا تو ہر گز ہر گز ثابت نہ ہوگا۔

پھر گذارش یہ بھی ہے کہ مشاجراتِ صحابہؓ میں سکوت و توقف کو اگر میں نے اہل سنت کا اصل مذہب لکھا ہے تو بہتر و اسلم اور دینداری و تقویٰ! تو اس کو آپ نے بھی لکھا ہے اس طرح تخطیہ و تصویب کے اصل

مذہب ہونے کی اگر میں نے نفی کی ہے تو اس میں صحابہ سے بدظنی کا خطرہ بتاتے ہوئے ان کی خطاء وصواب کو ذکر کرنے سے منع تو آپ نے بھی کیا ہے۔ لہٰذا آپ کا یہی شیعہ اگر مجھ سے مذکورہ سوال کریگا تو کیا آپ سے بھی وہ یہی سوال نہ کریگا؟ پھر آپ بھی اسکو یہی جواب دیں گے کہ میں کسی بھی صحابی ﷺ کو مخطی یا مصیب نہیں کہتا کیونکہ اس سے صحابہؓ سے بدظنی پیدا ہوگی۔ بلکہ سکوت و توقف اختیار کرتا ہوں کیونکہ یہی بہتر اور اسلم اور دینداری و تقویٰ ہے۔؟ فرمائیے کیا آپ کے اس جواب سے آپ کا وہ شیعہ مطمئن ہو جائیگا؟ یا اس کو آپ کی لاجوابی اور شکست سمجھیگا؟

پھر قاضی صاحب کتنے بھولے بن رہے ہیں کہ سوال شیعہ سے کروا رہے ہیں اور قرآن کے موعود چوتھے خلیفہ راشد سے جنگ و قتال سے متعلق کروا رہے اور صرف اجتہادی خطاء وصواب کا کروا رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کیا قرآن کے موعود چوتھے خلیفۂ راشد سے جنگ وقتال کرنے پر حضرت معاویہؓ کے بارے میں شیعہ صرف اجتہادی خطاؤصواب کا سوال کریگا یا گناہ و نافرمانی، قرآن و حدیث کی خلاف ورزی اور فسق و فجور کا سوال کریگا؟ خصوصاً جبکہ قاضی صاحب خود ہی حضرت معاویہؓ و دیگر مشاجراتی صحابہؓ کے اس قتال و اختلاف کو گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، اللہ و رسول ﷺ کے حکم کی مخالفت اور قرآن و حدیث کی خلاف ورزی وغیرہ بنانے پر ایڑھی چوٹی کا زور لگا چکے ہیں۔ ایسی حالت میں قاضی صاحب ہی ذرا بقائمی ہوش و حواس فرمادیں کہ آپ کا یہ شیعہ، صحابہؓ کی اجتہادی خطاء و صواب کا سوال کریگا یا گناہ و سخت نافرمانی اور قرآن و حدیث کی مخالفت وغیرہ وغیرہ کو اجتہادی خطاء کا نام دینے اور پھر اس پر ان مخطئوں کو ایک اجر بھی دلانے جیسی آپ کی وکالتِ صحابہؓ اور امامتِ اہل سنت پر ہنسے گا؟

ہاں تو پھر قاضی صاحب ذرا یہ بھی تو فرمادیں کہ انکا مذکورہ شیعہ کیا حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا بس اجتہادی صواب و خطاء ہی پوچھیگا؟ کیا وہ حضرت ابو بکرؓ کا حضرت بی بی فاطمہؓ بتول کو ناراض کرنا، حضور ﷺ کے فرمان

• "من اغضبہا فقد اغضبنی"

کے حوالہ سے نہ پوچھے گا؟ کیا وہ حضرت عمرؓ کی اس دھمکی کا نہ پوچھیگا جو انہوں نے حضرت بی بی فاطمہؓ کو انکا گھر جلاڈالنے کی دی تھی نیز کیا وہ قلم و قرطاس کے معاملہ میں حکمِ نبوی کی اس صریح خلاف ورزی کا نہ پوچھیگا جو انہوں نے کی تھی؟ نیز کیا وہ حضرت عباسؓ کے اس سب کا نہ پوچھیگا جو انہوں نے بھری عدالت فاروقی میں حضرت علیؓ کو کاذب، آثم، غادر اور خائن کہہ کر کیا تھا؟

نیز قاضی صاحب ذرا یہ بھی تو فرمادیں کہ حضرت علیؓ سے اجتہادی اختلاف کرنے والے صحابہؓ کے بارے میں صرف شیعہ کا ہی یہ سوال ان کو کیوں یاد رہا خود حضرت علیؓ کے بارے میں بھی قرآن و حدیث کے حوالہ سے ہی خوارجِ و نواصب کے اس سے زیادہ پر پیچ سوالات انکو کیوں یاد نہ آئے؟

قاضی صاحب کو اپنی خاطر جمع رکھنی چاہیئے کہ وہ اگر روافض اور خوارج و نواصب کے مذکورہ سوالات کے جوابات دیکر ان کو مطمئن کرلیں گے تو انشاء اللہ ابوریحان بھی مشاجرات صحابہؓ میں توقف کو اہل السنتہ کا اصل مذہب قرار دینے کے باوجود ان کے مذکورہ شیعہ کے مذکورہ سوال کا جواب دیکر اسکو مطمئن کرلیگا۔
قاضی صاحب اگر یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی عزت و حرمت کا تحفظ بس وہی کرنا جانتے ہیں دوسرا کوئی نہیں جانتا، تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔

مغالطہ نمبر ۲۸

میں نے لکھا تھا کہ اجتہادی خطاء کا قول ناقص اور ادھورا ذکر خیر ہے۔ قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ: "اہل سنت کی کتابوں میں حضرت معاویہؓ کی خطاء اجتہادی کا عموماً ذکر پایا جاتا ہے۔ ابوریحان کے نزدیک جب یہ ناقص اور ادھورا ذکر خیر ہوا تو گویا اہل سنت نے حضرت معاویہؓ کا ادھورا اور ناقص ذکر خیر کیا۔ اور ادھورے اور ناقص ذکر خیر میں یقیناً تنقیص پائی جاتی ہے تو گویا جمہور اہل السنت نے حضرت معاویہؓ کی تنقید کی ہے۔ العیاذ باللہ"۔ (ملخصاً بلفظہ) آگے حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد و مہتمم جامعتہ العلوم الاسلامیہ الفریدیہ اسلام آباد کو میرے خلاف بھڑکاتے ہوئے (کیونکہ میں ان کے جامعہ کا ایک مدرس ہوں) لکھتے ہیں

"اب مولانا عبداللہ ہی بتائیں کہ کیا ابوریحان نے اہل سنت کے ضابطہ کو مجروح نہیں کیا؟ اور کیا ایسا لکھنا مسلک اہل سنت سے خروج نہیں ہے" (ماہنامہ حق چاریار نومبر ۱۹۹۲ء ص ۵۷)

یہاں قاضی صاحب نے دو مغالطے دیئے ہیں ایک تو یہ کہ ناقص ذکر خیر کو مطلقاً تنقیص بناڈالا ہے اور دوسرا یہ کہ اپنے تخطیہ کو اہلسنت کے تخطیہ کی طرح سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ ان کی یہ دونوں ہی باتیں بالکل غلط ہیں نہ تو خطاء اجتہادی والا ناقص ذکر خیر ہر وقت تنقیص ہوتا ہے اور نہ قاضی صاحب کا تخطیہ ہی اہل سنت کے تخطیہ کی طرح ہے۔ میں اپنی کتاب سبائی فتنہ حصہ اول میں (ازص ۳۹۶ تا ص ۴۰۱) اسپر مفصل گفتگو کرچکا ہوں اور بالتصریح لکھ چکا ہوں کہ

"کسی مجتہد کا تخطیہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو اگرچہ اس مجتہد کی بے ادبی اور تنقیصِ شان نہیں لیکن مقصد تخطیہ اور انداز تخطیہ کے اعتبار سے کبھی اس میں بے ادبی اور تنقیص شان کی شان آجاتی ہے۔" (ص ۳۹۷)

پھر آگے اسکی تفصیل دی ہے۔ قاضی صاحب میری اس ساری وضاحت کو ہضم کرکے اسی تلبیس اور علمی بددیانتی وخیانت کے مرتکب ہوئے ہیں جسکا وہ بات بات پر مجھے مرتکب بناتے ہیں۔ میری اس بحث کا عنوان ہے خطاء اجتہادی کی نسبت ہمیشہ خالی از تنقیص نہیں ہوتی۔ تفصیل کے شوقین "سبائی فتنہ" میں ہی اس کو ملاحظہ فرمائیں اور قاضی صاحب کی مغالطے دہی اور بہتان تراشی کی داد دیں۔

رہا قاضی صاحب کا اپنے تخطیہ کو اہل سنت کے تخطیہ کی طرح سمجھنا؟ تو اسکا اصولی فرق بھی میں بالتفصیل سبائی فتنہ میں از ص ۶۰ تا ص ۶۴ بعنوان "تنبیہ" بیان کر چکا ہوں اور اسکے علاوہ بھی جگہ جگہ بتاتا رہا ہوں کہ قاضی صاحب کا تخطیہ تو برائے تخطیہ ہے جبکہ اہل سنت کا تخطیہ برائے تبرئیہ تھا۔ نیز قاضی صاحب نے اس خطاء اجتہادی کی صحابہؓ کی طرف نسبت کی ہے جو گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، قرآن و حدیث کی خلاف ورزی، از روئے نص قرآن در حقیقت بالکل ناجائز اور بطور اصل حکم بغاوت وغیرہ۔ کی قسم سے ہے جسکو انہوں نے اب حضرت مجدد الف ثانی کے حوالہ سے "خطاء منکر" اور شاہ عبدالقادر کے حوالہ سے "فسق" تک بنا ڈالا ہے۔ جبکہ اہل سنت نے جس خطاء اجتہادی کی نسبت صحابہؓ کی طرف کی ہے وہ، وہ ہے جو بقول حضرت مجدد الف ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز اور خواجہ اویس کے صواب سے بھی افضل و بہتر ہے۔ لہذا اہل سنت کا تخطیہ گو کہ ہے ناقص ہی ذکر خیر لیکن صحابہؓ کی توہین و تنقیص نہیں جبکہ قاضی صاحب کا تخطیہ اپنے مقصد اور انداز بیان کے اعتبار سے صحابہ کی توہین و تنقیص ہی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ خطاء اجتہادی کی نسبت ناقص ذکر خیر ہے یا کامل؟ تو اسکی تفصیل بھی مین کتاب میں (از ص ۴۰۴ تا ص ۴۱۱) کر چکا ہوں اور چند اشارات گذشتہ اوراق میں مغالطہ نمبر ۲۳ کے زیر عنوان کر آیا ہوں۔ قارئین اس پر ایک نظر ڈال لیں۔

مغالطہ نمبر ۲۹

میں نے لکھا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں حضرت معاویہؓ وغیرہ کی "خطاء اجتہادی" کا جو ذکر آتا ہے تو اس سے مقصود خود خطاء کا ہونا، بتانا نہیں بلکہ اسکا اجتہادی ہونا بتانا مقصود ہے۔ یعنی کتابوں میں خطاء اجتہادی کا ذکر یہ بتانے کے لئے نہیں کہ صحابہؓ سے خطاء ہوئی تھی بلکہ یہ بتانے کے لئے ہے کہ خطاء اگر تھی تو اجتہادی تھی، عنادی یا منکر نہ تھی۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے "کتب القوم مشحونۃ بالخطاء الاجتہادی" (اہل سنت کی کتابیں خطاء اجتہادی سے بھری ہوئی ہیں) جو فرمایا ہے تو خطاء کو خطاء منکر اور غیر اجتہادی کہنے والوں کے رد میں فرمایا ہے نفس خطاء کے اثبات میں نہیں فرمایا قاضی صاحب اس کے رد میں حضرت مجدد صاحب کی بعض عبارتیں نقل کر کے لکھتے ہیں۔

"اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مجدد صاحب کے نزدیک امام وقت حضرت علیؓ سے جنگ کرنا نفس الامر میں خطاء منکر اور گناہ ہے لیکن حضرت معاویہؓ چونکہ صحابی اور مجتہد ہیں لہذا اس کو اجتہادی خطاء قرار دیا جائیگا، اور میں نے بھی تو یہی کچھ لکھا تھا کہ الخ (حق چار یار دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۲۵)"

یہاں قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے خلاف اپنے لکھے کو حضرت مجدد صاحب کے لکھے کے مطابق باور کرانے کا صرف مغالطہ ہی نہیں دیا بلکہ اس کے لئے حضرت مجدد صاحب پر ایسی افسوس ناک بہتان تراشی بھی کر ڈالی ہے کہ اگر کوئی اور کرتا تو قاضی صاحب یقیناً اس کو حد درجہ شرمناک بھی کہتے۔ انہوں نے حضرت

مجدد صاحب کے دو مکتوبوں کے دو اقتباس نقل کئے ہیں ایک مکتوب نمبر ۲۵۱ کا اور دوسرا مکتوب نمبر ۲۶۶ کا۔ ان دونوں مکتوبوں کے دونوں اقتباسوں میں کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت مجدد صاحب کے نزدیک حضرت معاویہؓ کی صفینی خطاء، نفس الامر میں خطاء منکر اور گناہ تھی۔ بلکہ حضرت مجدد صاحب نے تو سارا زور اس خطاء کا اجتہادی ہونا اور منکر وغیرہ اجتہادی نہ ہونا ثابت کرنے پر لگایا ہے حتی کہ دلائل نقل کر کے ان حضرات کا نام لیکر ان کی تردید کی ہے جو اسکو خطاء منکر اور غیر اجتہادی کہتے ہیں چنانچہ اسی مکتوب نمبر ۲۱ کے اسی اقتباس میں جو قاضی صاحب نے میری تردید میں نقل کیا ہے۔ حضرت مجدد صاحب نے بالتصریح لکھا ہے کہ

"اور شارحِ مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات ازروئے اجتہاد کے نہیں ہوئے۔ معلوم نہیں اصحاب سے اسکی مراد کون سا گروہ ہے جبکہ اہل سنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گذر چکا اور قوم کی کتابیں خطاء اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ الخ"

(مکتوبات اردو ص ۴۳۹/ج ۱۔ ماہنامہ حق چاریار دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۲۴)

قارئین ہی انصاف فرمائیں کہ حضرت مجدد صاحب، منازعات کو اجتہادی فرما رہے ہیں یا غیر اجتہادی، منکر اور گناہ، کہہ رہے ہیں؟ پھر آگے چل کر حضرت مولانا جامی کا نام لیکر فرماتے ہیں۔ کہ

"اور حضرت مولانا جامی نے جو خطاء منکر کہا ہے تو اس نے بھی زیادتی کی ہے، خطاء پر جو کچھ زیادہ کریں۔ خطاء ہے الخ" (مکتوبات مترجم اردو ص ۱۴۴ ج اول)

ملاحظہ فرمائیے! کس صراحت کے ساتھ حضرت مجدد صاحب خطاء کے منکر ہونے اور اسکو منکر کہنے کی تردید کر رہے ہیں۔ جب وہ خود خطاء کو منکر کہنے کو زیادتی فرما رہے ہیں۔ تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ انکے نزدیک یہ خطاء منکر تھی؟ جب حضرت مجدد صاحب اس خطاء کو اجتہادی سے زائد منکر اور غیر اجتہادی تک کہا جانا بھی برداشت نہیں کر رہے اور یہ کچھ کہنے والوں کی ان کی تمام تر عظمت و بزرگی کے باوجود نام لیکر تردید کر رہے ہیں۔ تو قارئین خود ہی اندازہ لگالیں کہ وہ اس خطاء اجتہادی کو خطاء اجتہادی سے بڑھ کر گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، اللہ کے حکم کی مخالفت، ازروئے نص قرآنی درحقیقت بالکل ناجائز، اور نافرمانی پر اصرار وغیرہ وغیرہ کہا جانا کب برداشت کریں گے اور گستاخانہ لب ولہجہ اور سبائیانہ انداز بیان کی تو کیوں بھرپور تردید نہ کریں گے؟ لٰہذا قاضی صاحب کا یہ کہنا کہ انہوں نے بھی وہی کچھ لکھا ہے جو کچھ حضرت مجدد صاحب نے لکھا ہے، محض مغالطہ دہی اور حضرت مجدد صاحب پر صریح بہتان تراشی ہے جس سے قاضی صاحب کو سچی توبہ کرنی اور حضرت مجدد صاحب کی روح پرفتوح سے بصدقِ دل معافی مانگنی چاہیئے، اگرچہ اسکی توقع ان سے بالکل عبث ہے کیونکہ وہ تو صحابہ کرامؓ پر گناہ و سخت نافرمانی اور قرآن و حدیث کی خلاف ورزی جیسے صریح الزام لگا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہو رہے، حضرت مجدد صاحب تو پھر مجدد صاحب ہیں۔

مغالطہ نمبر ۳۰

ایک جگہ مجھ سے سوال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''مولانا ابوریحان سے سوال یہ ہے کہ جس طرح میں نے اکابر کی روایتیں پیش کی ہیں اس طرح آپ بھی ان اکابر محققین اہل سنت کی ایسی عبارتیں پیش کریں جس میں یہ لکھا ہو کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطاء کا صدور نہیں ہوا۔ اور یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے یا حضرت علی المرتضیٰ سے بھی جنگ صفین میں اجتہادی خطاء سرزد ہو گئی تھی۔'' (حق چار یار دسمبر ۹۲ء ص ۳۶)

اسے کہتے ہیں ''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ'' اجی! میں نے یہ بحث ہی کہاں اور کب چھیڑی تھی کہ جنگ صفین میں فلاں سے خطاء اجتہادی کا صدور ہوا تھا اور فلاں سے نہیں ہوا تھا؟ نیز میں نے یہ دعوی ہی کب اور کہاں کیا تھا کہ اس جنگ میں فلاں تو مخطی تھا اور فلاں مصیب؟ کہ مجھے اکابر کی ایسی عبارتیں پیش کرنے کی ضرورت ہوتی؟ میرا دعویٰ تو یہ تھا اور ہے کہ قاضی صاحب نے صحابہ کرامؓ کی مشاجراتی اجتہادی خطاء و صواب کو بیان کرنے میں اہل سنت کے اجتہادی اصول اربعہ کی خلاف ورزی کی ہے، ان کی اس اجتہادی خطاء کو تعبیر، معصیت، گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، ازروئے نص قرآنی درحقیقت بالکل ناجائز، اللہ کے حکم کی مخالفت، قصور اور نافرمانی پر اصرار جیسے گستاخانہ الفاظ سے کیا ہے اس کے لئے طرز استدلال خالص سبائیانہ، انداز بیان تنقیدانہ اور لب ولہجہ تنقیصانہ اختیار کیا ہے۔ اور اپنے اس دعوے کا ثبوت میں نے اکابر محققین اہل سنت سے ایسا پیش کیا ہے کہ قاضی صاحب اپنی تمام تر کوشش کے باوجود کسی ایک ثبوت کا بھی کوئی معقول جواب سوائے ادھر ادھر کی بالکل غیر ضروری باتوں کے اور کچھ نہیں دے سکے اور نہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک دے سکیں گے۔ قاضی صاحب میں دم خم ہے تو اصل موضوع پر گفتگو کریں اس قسم کی غیر متعلقہ باتوں اور فضول سوالوں میں کم از کم اپنا ہی قیمتی وقت ضائع نہ کریں۔ ورنہ اس قسم کے سوالات کی کمی تو ہمارے پاس بھی نہیں۔ یقین نہ آئے تو نمونے کا ایک سوال حاضر ہے۔

ہمارا بھی حضرت قاضی صاحب سے سوال یہ ہے کہ

''جس طرح میں نے آنحضرت ﷺ کی حدیثیں اور اکابر کی عبارتیں اس مضمون کی پیش کی ہیں کہ صحابہؓ کے مشاجرات میں سکوت و توقف ہی کرنا چاہیئے، بلاضرورت تو ان کی خطاء اجتہادی کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیئے، اور بوقت ضرورت بھی صرف خطاء اجتہادی تک ہی رہنا چاہیئے۔ اس سے زائد کوئی لفظ کسی قیمت پر بھی منہ سے نہ نکالنا چاہیئے۔ اسی طرح آپ بھی آنحضرت ﷺ کی ایسی حدیثیں اور اکابر محققین اہل سنت کی ایسی عبارتیں پیش کریں۔ جن میں یہ لکھا ہو کہ صحابہؓ کے مشاجرات و معاملات میں سکوت و توقف بالکل نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ اہل سنت کا مذہب ہرگز نہیں۔ ان کی خطاء اجتہادی کا وردوظیفہ ہر وقت پڑھتے ہی رہنا چاہیئے کہ یہی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے بلکہ بوقت ضرورت تو ان کو معصیت، گناہ یقیناً سخت نافرمانی، اللہ ورسول کے حکم

کی خلاف ورزی، قرآن و حدیث کی مخالفت اور قصور و جور وغیرہ تک کا بلا تکلف مرتکب بنا دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ اس کے بعد اسکی مراد خطاء اجتہادی سے بیان کر دی جائے۔"

قاضی صاحب اگر ہم سے اپنے مذکورہ فضول سوال کا جواب ضرور ہی لینا چاہتے ہیں تو وہ پہلے اسی وزن پر ہمارے مذکورہ سوال کا جواب ارشاد فرمائیں۔ کیونکہ وہ وکیل صحابہؓ اور امام اہل سنت ہیں پھر ان کے جواب کی روشنی میں ہم بھی ان کے سوال کا کوئی نہ کوئی جواب عرض کریں گے۔

ویسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ سے اجتہادی خطاء صادر نہ ہونے سے متعلق ہم سے سوال کرتے وقت قاضی صاحب کو اپنا لکھا ہوا بھی شاید یاد نہیں رہا ورنہ وہ یہ سوال ہم سے نہ کرتے کیونکہ وہ خود ہی ابن حزم کے حوالہ سے یہ لکھ چکے ہیں کہ

"وذهب جماعة من الصحابة وخيار التابعين وطوائف ممن بعد هم الى تصويب محار بى على من اصحاب الجمل و اصحاب صفين و هم الحاضرون لقتاله فى اليومين المذكورين وقد اشار الى هذا ايضاً ابوبكر بن كيسان" (خارجی فتنہ ص ۲۷۹/ ج۱)

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور خیار تابعین کی ایک جماعت اور انکے بعد والوں میں سے بھی کئی گروہ اس طرف گئے ہیں کہ حضرت علیؓ سے لڑنے والے اصحابِ جمل و اصحاب صفین (بھی) مصیب ہی تھے یعنی انکا اجتہاد بھی صحیح تھا۔

قاضی صاحب فرمائیں کہ صحابہ کرامؓ و خیار تابعین کی اس جماعت اور بعد والوں میں سے بھی ان کئی گروہوں کی اس تصریح کے بعد اور کن اکابر کی عبارتوں کے وہ طالب ہیں؟ پھر ان صحابہؓ و خیار تابعین کی ہی انہوں نے کب مانی ہے کہ اور اکابر کی وہ مانیں گے؟ نیز کیا خود قاضی صاحب نے ہی ابن تیمیہ کے حوالہ سے قاضی ابوبکر، امام غزالی، امام ابوالحسن اشعری اور فقہاء حنابلہ کی ایک جماعت کا مذہب، حضرت علیؓ کی طرح اصحابِ جمل و صفین بالخصوص حضرت معاویہؓ کے مصیب ہونیکا نقل نہیں کیا؟ (خارجی فتنہ ص ۳۴۱/ ج ۱) پھر اور کونسے اکابر کی عبارتیں ابوریحان پیش کرے؟ اگر یہ نقول یا ان اقوال کا انتساب ان اکابر کی طرف غلط ہے تو قاضی صاحب کی نقول اور ان کے انتساب کے صحیح ہونے کی ہی آخر کیا ضمانت ہے؟

یہ نمونے کے طور پر چند مغالطے ذکر کئے گئے ہیں اتنے ہی مزید تو یقیناً اور اس سے زائد غالباً مظہری مغالطے ابھی باقی ہیں۔ محترم سید محمد کفیل شاہ صاحب بخاری سلمہ الباری کا بہت سخت اصرار اور تقاضا ہے کہ سبائی فتنہ کا دوسرا حصہ طباعت کے لئے بلا تاخیر ان کے حوالہ کیا جائے اس لئے فی الحال مظہری مغالطوں کو یہیں روکتا ہوں، سبائی فتنہ حصہ دوم کے کام سے فارغ ہو کر اگر ضرورت باقی رہی تو انشاء اللہ باقی مغالطے ہدیہ ناظرین کئے جائیں گے۔

نعت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضور کی جنہیں الفت نصیب ہوتی ہے انہیں خدا کی محبت نصیب ہوتی ہے
مطیع حق تو وہی خوش نصیب ہے بیشک جسے نبی کی اطاعت نصیب ہوتی ہے
وہ خوش نصیب ہے مقبولِ بارگاہِ خدا نبی کی جس کو زیارت نصیب ہوتی ہے
مقامِ سرورِ کونین دیکھنے کے لئے خوشا جنہیں یہ سعادت نصیب ہوتی ہے
یہ بارگاہِ رسالت مآب ہے وہ جگہ کہ جیتے جی جہاں جنت نصیب ہوتی ہے
جو بیٹھا سمت میں قدمینِ خواجۂ گیہاں اسے کمال کی رفعت نصیب ہوتی ہے
ریاضِ جنت ہو یا ہو مواجہ کی جانب فزوں بہشت سے لذت نصیب ہوتی ہے
خوشا وہ لوگ کہ خیرالنساء کی جا پہ جنہیں بصد تضرع عبادت نصیب ہوتی ہے
اصحاب صفہؓ کی جا پر جو لمحہ بھر بیٹھا اسے حضور کی قربت نصیب ہوتی ہے
منارو گنبدِ خضرا کی دید کب آقا عظیم تر مجھے نعمت نصیب ہوتی ہے

کب ایک بار بلانے کی پھر بھی صابر کو
حضور ایسی سعادت نصیب ہوتی ہے

محترم عبدالکریم صابر
ایڈیٹر، ہفت روزہ "مخلص"
ڈیرہ اسمٰعیل خان

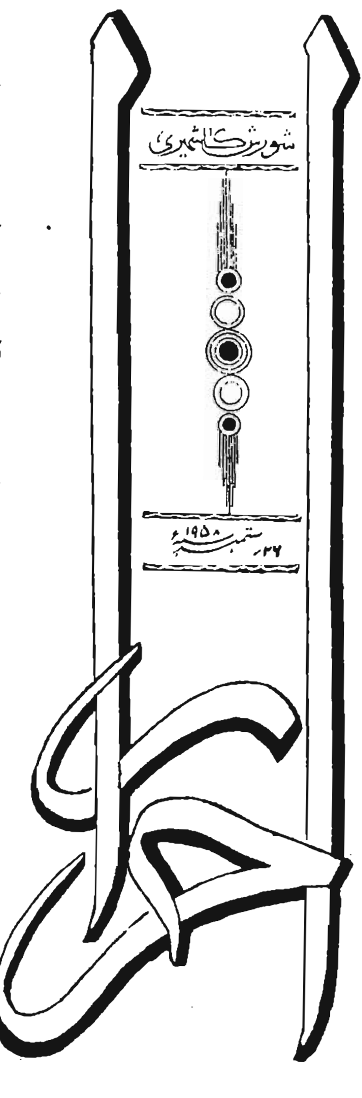

یارو ہم ایسے لوگوں پر، برقِ ستم لہرانے دو
جتنی گھٹائیں جھوم کے اُٹھیں، اُن سب کو چھا جانے دو
دنیا والے دل والوں کے نام سے اکثر چڑتے ہیں
خونِ دل سے بات بنے گی خونِ دل بہہ جانے دو
جام و سبو پر مٹنے والو، پیرِ مغاں کا منشا ہے
فطرت کے اَسرار و معانی رندوں کو سمجھانے دو
ہم وحشی ہر دور میں یارو زنجیروں سے اُلجھے ہیں
خارِ مغیلاں چُن کر لاؤ، تلووں کو سہلانے دو
موسمِ گل میں دیوانوں کے جیب و گریباں بکتے ہیں
یہ ہے فقیہہِ شہر کا فتویٰ، بکتے ہیں بک جانے دو
ہم نے سنا ہے دستِ خزاں نے دامنِ لالہ چاک کیا
لیکن اس سے بھی نبٹیں گے موسمِ گل تو آنے دو
شاہ صاحب کی باتیں سن کر دل پر چوٹ سی لگتی ہے
تاہم شوق یہی کہتا ہے موتی ہیں برسانے دو
اپنی بات کہیں تب جانیں شعر تو سب ہی کہتے ہیں
"فکرِ بلند سے یاروں کو اک ایسی غزل کہہ لانے دو"

تین حرف

بے کسی و بے سری پہ تین حرف
عاجزی وکمتری پہ تین حرف
عاجزوں پر جو ستم جائز رکھے
اس بہادر اور جری پہ تین حرف
شیوہ ہائے "بوخلائی" پر ہے تف
عشوہ ہائے آذری پہ تین حرف

لٹ گئی جھرے میں عصمت اُن کی جب
بھیجتے ہیں ممبری پہ تین حرف
خود غرض ہے خود نما ہے خود پرست
قادیاں کی لیڈری پہ تین حرف
طرفہ ہستی تھے جناب میرزا
آپ کی پیغمبری پہ تین حرف

باپ دل پھینک اور بیٹا عشق باز
قادیاں کی ہسٹری پہ تین حرف!!!

(علامہ طالوت مرحوم

روزنامہ آزاد، لاہور، احتجاج نمبر، ۵-جون ۱۹۵۱

☆☆☆

احتجاج

برنگ دیدۂ تر احتجاج کرتے ہیں
بدردِ قلب و جگر احتجاج کرتے ہیں
شہیدِ تیغ و تبر احتجاج کرتے ہیں
بہ اوجِ فکر و نظر احتجاج کرتے ہیں
وہ دیکھ دُور ستاروں کی محفلوں سے بھی دُور
تمام اہلِ خبر احتجاج کرتے ہیں
شکستہ رنگ شکستہ نظر شکستہ نوا
برنگ آہ سحر احتجاج کرتے ہیں
امیر قافلہ یہ دیکھ قافلہ والے
ہیں نامرادِ سفر احتجاج کرتے ہیں

میرے خدا تری غیرت کی بجلیاں ہیں کہاں
کچھ اہل ہُنر احتجاج کرتے ہیں

(علامہ انور صابری مرحوم

روزنامہ آزاد، لاہور، احتجاج نمبر، ۵-جون ۱۹۵۱

☆☆☆

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

رنگ سخن

اٹھا جاتا ہے چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ
کھلا جاتا ہے ٹہنی پر گلاب آہستہ آہستہ
جھجک اس گلبدن کی دور ہوتی جا رہی ہے یوں
لگا ہے مجھ سے وہ کرنے خطاب آہستہ آہستہ
مجھے ڈر ہے نہ کھل جائے کہیں راز جوانی اب
اڑا جاتا ہے یہ رنگِ خضاب آہستہ آہستہ
فنا کی گود میں آرام سے سو جائیں گے اک دن
یہ رنگ و روپ یہ جوشِ شباب آہستہ آہستہ
یہ دل تو خیر پہلے بھی نہیں تھا ثابت و سالم
جگر بھی ہو گیا جل کر کباب آہستہ آہستہ
یونہی گر "کیلکو لیٹر" کی رہی ہم پر نوازش تو!
زبانی بھول جائیں گے حساب آہستہ آہستہ
چلے گا کون جلتی دھوپ میں شہر خموشاں تک
بکھرتے جارہے ہیں ہمر کاب آہستہ آہستہ
اڑی ہی جا رہی ہے وقت کی آندھی میں اے تائب
شکستہ زندگانی کی کتاب آہستہ آہستہ

حسنِ انتقاد

تبصرے کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

سید محمد ذوالکفل بخاری

نغمات ختم نبوت

ترتیب و تدوین: محمد طاہر رزاق

ضخامت: ۲۹۶ صفحات، قیمت ۹۰ روپے۔

ملنے کے پتے:

مکتبہ سید احمد شہید، الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور۔

دفتر نقیب ختم نبوت، دار بنی ھاشم مہربان کالونی ملتان۔

"ختم نبوت" کے عنوان پر نعتیہ شاعری میں اور بالخصوص اردو کی نعتیہ شاعری میں ہمیں خاصا مواد مل جاتا ہے۔ اردو کی تخصیص اس لئے ہے کہ جس خطۂ ارض (برصغیر) میں یہ زبان پلی بڑھی، پھلی پھولی اور خوب پھیلی، بد قسمتی سے اسی خطہ میں ختم نبوت کے منکرین اور سارقین کے ایک ٹولے کو پلنے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کے مواقع ملے۔ ایسے میں تردید، تعاقب اور محاسبہ کی صورت میں جو ردِ عمل مسلمانوں کی طرف سے سامنے آیا اس میں شعر و سخن اور ادب و انشاء کے ذرائع و وسائل کو ایک قابل لحاظ اہمیت حاصل تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ قادیانیت کا ٹینٹوا دبانے میں جو مہارت اور جو توفیق ظفر علی خاں مرحوم کو میسر آئی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ علامہ اقبال کا تو رنگ ہی اپنا ہے۔ لیکن اقبال و ظفر پر ہی کیا موقوف، یہاں تو جس کا روئے سخن بھی قادیان کی طرف ہوا، اسی نے حق ادا کر دیا۔ ممکن ہے ایسی شاعری کے لئے آج کی زبان میں کوئی لفظ، کوئی اصطلاح اور آج کی تنقید میں کوئی خانہ، ہمارے نقادوں اور ادیبوں کو ڈھونڈنا دشوار ہو۔ لیکن یہ طے ہے کہ یہ شاعری رزمیہ بھی ہے۔ ہجویہ بھی ہے اور مزاحمتی بھی! مستزاد یہ کہ بیک وقت علمی بھی ہے اور عوامی بھی!

"نغمات ختم نبوت" میں اکبر الہ آبادی، اقبال، ظفر علی خان، علامہ طالوت، شورش کاشمیری، سیف الدین سیف، ساغر صدیقی، امین گیلانی، قمر الحسنین، نعیم صدیقی، اور مظفر وارثی سمیت پچاس سے زائد شعراء کے کلام کو جس حسن و خوبی سے مرتب و مدوّن کیا گیا ہے اور جو اہتمام تزئین و طباعت کے لئے کیا گیا ہے۔ وہ بجائے خود قابل تحسین ہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے ہر کارکن کے لیے خاص طور پر اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ جناب طاہر رزاق کی محنت قابلِ داد ہے مگر ایسا ہی بکھرا ہوا مواد جمع کر کے جلد دوم کی صورت میں شائع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

قرار داد مقاصد بنام سپریم کورٹ آف پاکستان

مؤلف: سردار شیر عالم خاں ایڈووکیٹ / ضخامت: ۴۸ صفحات / قیمت: ۱۰ روپے۔

ناشر: الشریعہ اکیڈمی مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ۔

پاکستان کی اولین دستور ساز اسمبلی نے ۱۹۴۹ء میں ایک قرار داد منظور کی جسے قرار دادِ مقاصد کا نام دیا گیا۔ اس قرار داد کے ذریعے یہ طے کیا گیا کہ مملکت پاکستان کے اختیار و اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود کے اندر مقدس امانت کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ اور پاکستان کے لئے ایک ایسا دستور مرتب کیا جائے گا جس کی رو سے جمہوریت، حریت، مساوات، رواداری اور عدلِ عمرانی کے اصولوں کی اسی طرح پاس داری کی جائے گی جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے۔ نیز مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے گا۔ کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگی کو قرآن و سنت کی متعین کردہ اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق ترتیب دے سکیں۔ اسی قرار داد کے ذریعے اقلیتوں کے حقوق، عوام کے بنیادی حقوق، عدلیہ کی آزادی اور پسماندہ طبقات کے حقوق کے آئینی تحفظ کی بات طے کی گئی۔

اس قرار دادِ مقاصد کی منظوری، اپنی جگہ پر ایک اہم واقعہ ہے۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ دستور ساز اسمبلی کے اکثر مسلم لیگی زعماء نے بادلِ ناخواستہ بلکہ بعد از بہانۂ بسیار اس قرار داد کی منظوری دی تھی۔ اسی رویّے کے تسلسل کے طور پر ۵۶ء، ۶۲ء اور ۷۳ء کے ملکی دساتیر میں اس قرار داد کو محض "دیباچے" کی حیثیت دی گئی۔ ۱۹۸۵ء میں شہید صدر ضیاء الحق نے آٹھویں ترمیم کے ذریعے اس قرار داد کو آئین کا حصہ بنادیا تو ایسے تمام لوگوں، قوتوں اور اداروں کی پریشانی اور الجھاؤ میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ جن کی دستوری اور قانونی ترجیحات، تعبیرات اور تشریحات میں یہ قرار داد ہرگز اس برتر حیثیت کی مستحق یا سزاوار نہ تھی۔ چنانچہ سپریم کورٹ آف پاکستان نے کچھ ہی عرصہ پہلے اپنے ایک فیصلے میں یہ قرار دیا ہے کہ قرار دادِ مقاصد کو دستور میں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ جب کبھی اس کا کسی دوسری دستوری دفعہ سے تصادم سامنے آئے گا تو عدالت یہ تصادم دور کرنے کے بارے میں خود بے بس ہو گی اور زیادہ سے زیادہ پارلیمان کو اس بارے میں متوجہ کر سکتی ہے عدالت عظمیٰ کے اس فیصلے کے خوفناک نتائج عدالت کی مبینہ بے بسی کی حقیقت اور عدالت کے طرز استدلال میں مضمر متعدد فنی و قانونی اسقام کی تفصیلی نشان دہی کے لئے لاہور ہائی کورٹ کے سینئر وکیل جناب شیر عالم خاں نے یہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے موضوع سے مکمل انصاف کیا ہے۔ اصل مقالہ انگریزی میں ہے جسے چودھری محمد یوسف ایڈووکیٹ نے بڑی کامیابی سے اردو میں منتقل کیا ہے اور الشریعہ اکیڈمی نے بڑے اہتمام سے چھاپا ہے۔ آخر میں ہم فاضل مقالہ نگار کی اپنے موضوع پر گرفت کی صرف ایک مثال نقل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

(آئین کے) آرٹیکل ۲۔ الف میں یہ الفاظ کہ "قرار داد مقاصد میں درج اصولوں کو انکی متابعت میں مؤثر کیا جائے گا"۔ کی مخاطب پارلیمان ہے یا مقننہ؟ صاف بات یہ ہے کہ پارلیمان قانون منظور کر سکتی ہے۔ منظوری کے بعد اس میں ترمیم اور تنسیخ کر سکتی ہے۔ مگر اس کو مؤثر بنانا مقننہ کا دائرہ کار نہیں یہ کام عدلیہ کا ہوتا ہے۔ چنانچہ آرٹیکل ۲۔ الف کے محولہ بالا الفاظ کا تخاطب لامحالہ عدلیہ سے ہی ہے۔

کاروانِ اُحرار

مجلس احرارِ اسلام کی رُکنیت سازی مہم

ادارہ

کارکن اگست ۱۹۹۴ء تک رکنیت سازی مکمل کرلیں

مقامی مجالس کے انتخابات فوراً مکمل کرکے مرکز کوارسال کریں۔

مجلسِ احرارِ اسلام کے تمام اراکین ومعاونین اور ماتحت شاخوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مجلس کی رکنیت سازی کی مہم کا آغاز دو ماہ پہلے ہوچکا ہے یہ مہم اگست ۹۴ء تک جاری رہے گی۔ تمام ماتحت مقامی مجالس اپنے انتخابات جلد مکمل کرکے مرکزی دفتر ارسال کریں۔ فارم رکنیت مرکزی دفتر دارِ بنی ہاشم ملتان سے طلب فرمائیں۔ دستورِ جماعت کی کاپیاں مطلوب ہوں تو مرکز سے طلب فرمائیں۔

ذیل میں چند انتخابات شائع کئے جارہے ہیں۔ آئندہ موصول ہونے والے انتخابات بھی مسلسل شائع کئے جائیں گے۔ (مرکزی ناظم نشرواشاعت)

انتخاب مجلس احرار اسلام رحیم یار خان شہر

مجلس احرارِ اسلام رحیم یار خان شہر کے اراکین کا انتخابی اجلاس ۱۰ صفر ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو دفتر احرار میں منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر حسبِ ذیل انتخاب عمل میں آیا۔

صدر: مولانا بلال احمد ناظم: حافظ محمد اشرف

ناظم نشرواشاعت:

تنویر حسین

اراکین شوریٰ:

مولانا بلال احمد، حافظ محمد عباس، حافظ محمد اشرف، تنویر حسین، صوفی غلام محمد، چودھری غلام مصطفیٰ، مقرب خان خٹک، محمد ندیم، عبدالغفار، مستری عبدالعزیز، سید الطاف حسین شاہ۔

ضلعی نمائندگان:

مولانا بلال احمد، حافظ محمد عباس، حافظ محمد اشرف۔

نمائندگان مرکزی شوریٰ: مولانا بلال احمد، حافظ محمد اشرف

انتخاب مجلس احرار اسلام مترو ضلع وہاڑی

مجلس احرارِ اسلام مترو ضلع وہاڑی کے اراکین کا انتخابی اجلاس ۲۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو زیرِ صدارت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ دفتر احرار گڑھا موڑ میں منعقد ہوا۔ اور متفقہ طور پر درج ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

صدر:

مستری محمد شریف

ناظم:

محمد ناصر

ناظم نشرواشاعت:

محمد شریف صراف

اراکین شوریٰ:

ڈاکٹر منظور حسین، مستری محمد شریف، حافظ محمد ناصر، محمد شریف صراف، شہزاد احمد

نمائندہ مرکزی شوریٰ:

ڈاکٹر منظور حسین

مجلس احرار اسلام نواں چوک ضلع خانیوال

۱۲ جولائی ۱۹۹۴ء کو مقامی احرار کارکنوں کا انتخابی اجلاس منعقد ہوا اور درج ذیل عہدیدار متفقہ طور پر منتخب کئے گئے۔

صدر: حافظ کریم بخش۔ **ناظم:** حافظ عبدالغفور **ناظم نشریات:** حافظ عبدالعلیم

سرپرست:

مولانا صابر علی اختر انبالوی

اراکین شوریٰ:

حافظ کریم بخش، حافظ عبدالعلیم، حافظ محمد نعیم، حافظ عبدالغفور، حافظ محمد اسلم، مولوی عبدالرحمن، مولوی عبدالکریم

نمائندہ مرکزی شوریٰ:

حافظ محمد نعیم

انتخاب مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ، ضلع وہاڑی

مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کا انتخابی اجلاس ۱۵ جولائی ۱۹۹۴ء کو مدرسۃ العلوم الاسلامیہ میں منعقد ہوا جس میں اراکین کے متفقہ فیصلہ کے مطابق حسبِ ذیل عہدیداروں کا چناؤ عمل میں آیا۔

صدر:
حاجی بشیر احمد صاحب

ناظم:
قاری گوہر علی

ناظم نشرواشاعت:
ڈاکٹر محمد نواز صاحب

اراکین شوریٰ:
مولانا محمد اسحق سلیمی، حاجی بشیر احمد، صوفی ربنواز، ڈاکٹر محمد نواز، قاری گوہر علی، ماسٹر محمد اقبال

نمائندہ مرکزی شوریٰ:
مولانا محمد اسحق سلیمی۔

صدر:
صوفی محمد یوسف

ناظم:
ڈاکٹر منظور حسین

ناظم نشرواشاعت:
مولانا محمد اسحق سلیمی

ضلعی نمائندہ:
ڈاکٹر منظور حسین۔

*

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

من سب الانبیاء قتل ومن سب اصحابی جلد۔

جو انبیاء کو گالی دے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کرام کو گالی بکے اس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے۔!

انسٹنٹ

جوھر جوشاندہ

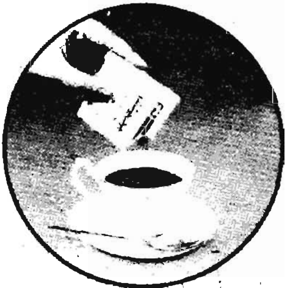

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی سوزش کے لیے مفید

صدیوں سے آزمودہ **جوشاندہ** اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ **جوھرجوشاندہ** کی شکل میں۔

خاندان کے ہر فرد کے لیے مفید **جوھرجوشاندہ** فلو، نزلہ، زکام کی علامات میں آرام پہنچاتا ہے۔

موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے **جوھرجوشاندہ** احتیاطی تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔

ترکیب استعمال: ایک کپ گرم پانی یا چائے میں ایک پیکٹ **جوھرجوشاندہ** ملائیں اور جوشاندہ تیار
دن میں دو یا تین پیکٹ **جوھرجوشاندہ** استعمال کریں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختمِ نبوت

دار بنی ہاشم ـــ مہربان کالونی ـــ ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

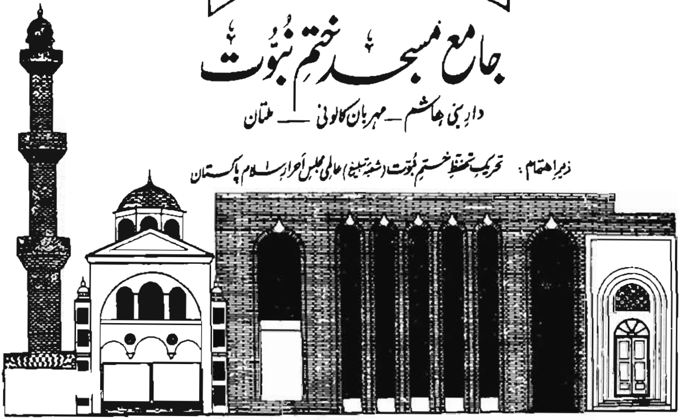

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

سولھویں سالانہ یک روزہ

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانفرنس

زیرِ صدارت : حضرت مولانا خواجہ خان محمّد دامت برکاتہم۔

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

۱۰ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر

جامع مسجد احرار، ربوہ

خصوصی خطاب

ابن امیر شریعت

سیّد عطاء المحسن بُخاری مدظلہ

جلوس

حسبِ سابق بعد از ظہر مسجد احرار سے فدائین ختم نبوت کا جلوس روانہ ہو گا۔ جو اپنے مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا ربوہ بس سٹاپ پر دعاء کے ساتھ اختتام پذیر ہو گا۔ دورانِ جلوس مختلف مقامات پر زعماء احرار خطاب فرمائیں گے۔

تحریک تحفظِ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

فون رابطہ :- ربوہ ۸۸۶، ملتان ۵۱۱۹۶۱ چیچاوطنی ۲۱۱۲-۲۹۵۳، فیصل آباد ۶۵۳۸۸۶